بناوٹ بھی اک فن ہی جو جانتا ہو
تری سادگی کچھ ہمیں جانتے ہیں

عزیز مشتری

(معروف بہ)

فسانہ غم و حسرت

جس میں

عشق جفاکار کی نیرنگ سازی، چرخ کجرفتار کی فتنہ پردازی، عاشق و معشوق
کے طالع کی شومی، حصول مدعا سے محرومی، صدمہ ہائے فراق سہنا، و
بہزار حسرت و یاس جان دینا نہایت خوش اسلوبی سے دکھایا گیا ہے۔

مصنفہ

محمد قاسم علی خاں قمر ہنڈراولی مصنف جذبہ عشق وغیرہ

محمد عبدالسلام پرنٹر کے اہتمام سے
مطبع فیض عام علی گڑھ میں طبع ہو کر شایع ہوا

قیمت

سنہ ۱۹۱۰ء

مصنف پبلشنگ علیگڈہ سے شائع کیا

اشتہار

جذبہ عشق

ناول جذبہ عشق پبلک کو عیاشی کے مذمومات سے متنبہ کرنے میں ایک شفیق ہادی اور رفیق رہنما ہی، اور اوباشی کے مقبوحات دکھانے میں یکتا، جو پُرجوش اور اُمنگ بھری طبیعتوں میں تہذیب کی روح پھونک سکتا ہی، جس کے مطالعہ سے ہر اہل دانش نیک چلنی اور اخلاق کا سبق لے سکتا ہی، نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے مطبع فیض عام علیگڈھ میں طبع ہو رہا ہی، زیادہ تعریفی طول فضول

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

بہار

رسید مژدہ کہ آمد بہار سبزہ دمید
اگر وظیفہ رسد مصرفش گل است و نبید

مارچ کا خوشگوار مہینہ یعنی بہار کا موسم کچھ ایسی دلبستگی اور وابستگی کا موسم ہوتا ہی جس میں فیاض نیچر اپنے حصہ سے کسی کو محروم نہیں چھوڑتا۔ شاہ سے گدا تک رند سے پارسا تک اس کی دلبستگیوں وابستگیوں میں وافر حصہ لیتے ہیں۔

ابواسحاق[1] سے عاشق مزاج بادشاہ کا تو موسم بہار میں کہنا ہی کیا ہی جس نے بہار پر

[1] امیر مبارز الدین مظفر نے ۷۵۴ھ میں شاہ ابواسحاق پر حملہ کیا تھا! دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہی کہ امیر مظفر جب فوج لیکر شیراز کے ارادہ سے چلا تو شاہ ابواسحاق کے وزیروں نے اس سے کہنا شروع کیا کہ اب ہم کو بھی لڑائی کی تیاری کرنا چاہیے، مگر ابواسحاق تو موسم بہار پر لٹو اور فریفتہ ہو رہے تھے، انہیں اس سے کیا کام ملک جاہے جائے یا رہے مگر یار کی عیش آرام کی مجلس طرب مکدر نہو، وزیروں سے کہدیا کہ جو کوئی مجھ سے اس قسم کا مذکور کریگا اسکو سزا دونگا، یہانتک کہ مظفر

لٹّو ہو کر تخت و تاج کو ہاتھ سے کھو دیا، اور اس شعر کو پڑھکر غنیم کے لشکر کی کچھ پروانہ کی،

بیا تا یک امشب تماشا کنیم
چو فردا رسد کار فردا کنیم

اگر صوفی صاحب!

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

کا مضمون اپنے حال و قال ذوق و شوق میں ادا کرتے ہیں تو ایک رند بھی اُسی ذوق مستی میں بادۂ خوشناب کے جام ساقی سیمتن کے ہاتوں پی پلا کر صوفی صافی کے گوشۂ عزلت پر طعن و طنز کرکے اُسکو باہر نکالنے اور سیر صنعت پروردگار پر مائل کرنیکے لیے اُبھارتا اور کہتا ہی،

صوفیِ صومعہ گو خیمہ زند در گلزار
وقت آں نیست کہ در خانہ نشیند بیکار

ہر کہ امروز نہ بیند اثرِ قدرتِ او
غالب آن ست کہ فرداش نہ بیند دیدار

ہر شجر قدرت کی فیاضیوں کا شکر گزار گُل و ثمر کا تحفہ لیے ایک پیر پر کھڑا ہو کر قدرت پروردگار کا ترانۂ حمد گا رہا ہی. سبزہ کی مستانہ ادا نے شرق سے غرب تک سبز کاشانی مخمل کا فرش بچھا کر اُسپر ہر رنگ کے پھول اور گلکاریاں بنائے ہیں، نسیم سحر گلوں سے اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی جس طرف کو نکلجاتی ہی مشام جان کو معطر کر جاتی ہی، غرض بہار کے ساتھ خوشگوار کا

نوٹ بقیہ صفحہ ۱ - کی فوجیں شیراز کے گرد آپڑیں مگر کس کی مجال تھی کہ زبان پر لاتا آخر امین الدین جہرمی جو بادشاہ کا مصاحب ہمنشیں اور نمک حلال تھا اس بہانہ سے بادشاہ کو بالاخانہ پر لایا کہ آجکل موسم بہار ہی، پہاڑ و میدان سبز و سرخ ہوے ہیں ان کی سبزی و سُرخی عجب لطف دے رہی ہی، چلیے بالاخانہ پر سے سیر کریں، جب بادشاہ بالاخانہ پر آیا تو شہر کے چاروں طرف لشکر کو دیکھا! پوچھا کہ یہ کیا ہی؟ ایک وزیر نے کہا کہ مظفر شیراز کو فتح کرنے آیا ہی بادشاہ نے کہا کہ مظفر عجب احمق ہی جو بہار کے موسم کو اس طرح رائگاں کھو رہا ہی اور یہ شعر پڑھکر نیچے اُتر آیا،

بیا تا یک امشب تماشا کنیم
چو فردا رسد کار فردا کنیم

آخر شکست کھائی اور میدان چھوڑ کر صفہان بھاگ گیا مگر وہاں بھی آرام سے نہ رہ پایا، چار پانچ سال بعد مظفر کے ایما سے قتل کر دیا گیا،

لفظ ایسا با کیف ہوگیا ہی کہ جس وقت بہار کا لفظ زبان سے نکلا خوشگواریاں اپنی آمد سے دل کو خوش کردیتی ہیں، کچھ اس موسم کا اثر جمادات و نباتات تک ہی نہیں ہی بلکہ حضرت انسان بھی اس سے ایسے مؤثر ہوتے ہیں، اور کچھ ایسی عقلمندیاں کرجاتے ہیں کہ دوسرے موسم میں اگر اُن کا نام بھی لیا جائے تو لوگ دیوانہ سمجھنے لگیں، مثلاً انگریزوں میں اپریل فُول میں کیا نہیں ہوتا، ہندوؤں میں ہولی کا زمانہ کیا کچھ اُٹھار کھتا ہی، پارسیوں میں نوروز ہی سال بھر کی جان ہے،

غرض یہ موسم کیا ہی خدا کی نعمت غیر مترقبہ ہی، دوران خون پر اسکا جو کچھ اثر پڑتا ہی وہ نوجوانوں سے دریافت کیا جائے کہ کس طرح ان کی ہر روش مستانہ اور بیباکانہ ہوجاتی ہے، اور اس حالت میں وہ جو کچھ کر گذریں تھوڑا ہی،

معتدل موسم نہ گرمی نہ سردی، ہاں شب کو تھوڑی تھوڑی سردی جسکو لوگ گلابی جاڑے سے نامزد کرتے ہیں ہوجاتی ہے، چاندنی رات کا لطف کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں جنکو رات میں نکلنے کا اتفاق ہوتا ہی، رات کے تقریباً آٹھ بجے ہونگے کہ ہمارا ایک خیال اسکا لطف اُٹھانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا، اور شہر شاہجہاں پور میں نشیب کی طرف جا نکلا، جہاں ایک مکان سے کچھ گانے کی آواز آئی، بس پھر کیا تھا ایک تو موسم بہار دوسرے مئی شوق میں سرشار اُسپر گانا نورٌ علیٰ نور ؒ کا مضمون صادق ہوگیا، اور یہ بھی جس طرح ممکن ہوا مکان میں داخل ہوکر لطف زندگی اُٹھانے لگا،

یہ مکان گو مختصر سہی مگر اس قطع کا بنا ہوا ہی کہ باہر کے لوگوں کو اسکے اندر کی آوازیں بہت ہی کم پہنچتی ہیں، دوسرے لوگوں کی آمد و رفت بھی کم ہی اسلیے ہلوگوں کے لیے جو ثقہ و پارسا بنکر لطف زندگی اُٹھانا چاہتے ہوں موزوں ہے، لیمپ جل رہا ہی اور چا

ہمعر اپنی تفریح طبع میں مشغول ہیں، گانا ہو رہا ہی ستار، تنبورہ، ہارمونیم وغیرہ وغیرہ کھڑک رہے ہیں، ایک صاحب نے گانا ختم کر کے دوسرے سے فرمائش کی،

ایک میاں صدیق احمد کچھ سناؤ،

صدیق۔ نہیں طفیل احمد کچھ سنائیں گے۔

اتنے میں تیسرے صاحب فرمانے لگے، میاں تکلف کو برطرف کرد، ہماری پاک جلسہ میں تکلّف سے ذلیل کا کیا کام، اچھا میاں عزیز احمد آپ کچھ فرمائیں، بس پھر کیا تھا، میاں عزیز احمد نے اس غزل کو چھیڑا،

یا خدا دل سے نہ نکلے کہیں حسرت میری	غیر کے ہاتھ نہ پڑ جائے مصیبت میری

ابھی یہ شعر ختم ہی ہوا تھا کہ دو شخص جن کی عمریں قریب قریب نصف گذری ہوں گی، داخل ہوئے، جنکو دیکھتے ہی آہا! میاں گلّن۔ اور میاں رتو خاں کی آوازیں مکان میں گونج اُٹھیں، گانا تو ہو ہی رہا تھا یہ دونوں بھی ایک طرف ہو بیٹھے، اور اپنے اپنے ساز سنبھال لیے، اور عزیز نے پھر گانا شروع کر دیا،

اپنا غم غیر سے کر جائے وفا کیا ممکن	پھر یہیں آئے گی ہر پھر کے مصیبت میری
کیا کہے کیا نہ کہے داور محشر اُن سے	مجکو بھڑکاتی ہی اس غم میں شہادت میری
چاہتا ہوں کہ کسی پر نہ کھُلیں انکے ستم	خود مرا حال کہے دیتی ہی رنگت میری
جو شہیدان جفا ہیں وہ ہیں سب اپنے رقیب	کون دے عرصۂ محشر میں شہادت میری

گانا زوروں پر ہی ہر شخص اپنی اپنی دُھن میں مست ہو کر گانے میں محو ہو رہا ہی، عزیز گا کر خاموش ہوا تھا کہ عاشق حسین نے کہا،

عاشق حسین۔ آ گئے۔

عزیز۔ آیت

گلّن مقطع

عزیز ندارد

عاشق حسین۔ ختم شد

عزیز۔ ہاں صدیق احمد آپ کچھ فرمائیں،

رنّیو خاں۔ بھئی پہلے ایک چیز گلّن کی ہو جانے دو،

عاشق حسین۔ اچھا ہم تو جاتے ہیں،

صدیق احمد۔ کیوں خیر تو ہی اچھا تم نہ گانا بیٹھو تو سہی،

گلّن۔ طفیل احمد کچھ سنگ سانگ کی ٹھہرے،

طفیل۔ تم تو پہلے سُناؤ،

گلّن۔ میں کیا جانوں کن سُرا، بے تالا جب گرونگا تال سے علیحدہ تم گاؤ جو سُر ونیں بھرے ہوئے ہو

عزیز۔ ہاں بھئی ہاں طفیل تم ہی کچھ سُناؤ،

طفیل۔ خیر تم نہیں مانتے ہو تو سنو۔

چھوڑ دینگے ہم خدا کو اُس صنم کیواسطے | بت کدہ میں لیجلیں قرآں قسم کیواسطے

غیر بہر شادمانی شادمانی بہر غیر | غم ہمارے واسطے ہی ہم ہیں غم کیواسطے

خط کے بدلے ہمکو قاتل سے ملا اچھا جواب | سر تیرا درکار ہی ہم کو قلم کیواسطے

ایک پل میں دیکھکر طوفان ڈر جائینگے آپ | چاہیے دل امتحان چشم نم کیواسطے

کھینچ کر تصویر تیری کر دیا عالم تباہ | روسیاہی ہی زمانے میں قلم کیواسطے

سب نے واہ واہ کی رنّیو خاں صاحب بہادر کو اس قدر مزہ آیا کہ ایک تار ستار کا توڑ ڈالا

اتنے میں گھڑی نے ٹن۔ٹن۔دس بجا دیئے سب چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور جلسہ برخاست ہوا،

دوسرا باب

شام کا وقت دن بھر کا تھکا ماندہ آفتاب بہت تیزی سے اپنا بقیہ سفر طے کر رہا ہے زرد زرد دہوپ اونچے اونچے درختوں اور بلند بلند مکانوں کی چوٹیوں پر پڑ رہی ہی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ دست قدرت نے گھرے رنگ کا سُنہرا پاؤڈر ملدیا ہی، طیور ہوائیں اُڑ رہی ہیں اور خوش فعلیاں کرتے ہوئے اپنے اپنے نشیمن کی طرف بسیرا لینے جا رہے ہیں، نیلگوں آسمان پر ابر کے پھٹے پھٹے ٹکڑوں کی حرکتیں کسی شکستہ دل جور رسیدہ عاشق کی اضطرابی کا ایک سچا ثبوت دے رہی ہیں، اس وقت کا سماں کچھ ایسا دلفریب ہے کہ آنکھوں میں کھپا جاتا ہی، سورج کی آڑی ترچھی کرنیں اور بھی غضب ڈھا رہی ہیں، شفق پھولی ہوئی ہی اور اُس میں سے ڈوبی ہوئی آفتاب کی سُرخ سُرخ کرنیں جب ان بادل کے ٹکڑوں پر پڑتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی چادر میں جابجا سُنہری شربتی رنگ کی گوٹ لگی ہوئی ہی، مسجدوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، خدا کے پاک بندے اپنے فریضہ کے ادا کرنے کی تیاری میں مشغول ہیں، دو ہم عمر نوجوان ہاتھ میں ہاتھ ڈالے، باتیں کرتے اُس سڑک پر جو شہر شاہجہاں پور کے جنوبی حصہ میں ہوتی ہوئی راج گھاٹ کو چلی جاتی ہی چلے جا رہے ہیں، خدا معلوم ان کو کیا خیال آگیا کہ وہ یکبارگی سامنے کے چھوٹے سے پختہ پُل پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے،

یہ دونوں نوجوان کچھ ہمارے روشناس معلوم ہوتے ہیں، آہا خوب یاد آیا یہ تو ہمارے وہی پُرانے دوست معلوم ہوتے ہیں جو ہم کو اُس مکان میں جسکا ذکر پہلے باب میں ہو چکا ہی

ملے تھے، باتیں بھی زور زور سے کررہے ہیں، چلیے سُنیں یہ کس قسم کی مسکوٹ ہی؟

طفیل عزیز کیا واقعی تم میرے ہمراہ پڑھنے نہ جایا کروگے، آخر یہ کیوں، کیا اسکول کی تعلیم پسند نہیں ہی؟

عزیز۔ نہیں یہ بات نہیں ہی، مگراب میں بجاے اسکول کے پڑوس میں مولانا صاحب کے پاس جایا کرونگا،

طفیل۔ خیر تمہاری خوشی، تو پھر احمد بھی تمہارا ہی ساتھ دینگے؟

عزیز۔ ان کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا، یہ اُن کی خوشی پر منحصر ہی جہاں چاہیں پڑہیں،

طفیل (حسرت زدہ ہوکر) اچھا بھائی ہم تنہا ہی سہی،

عزیز۔ نہیں بھائی شکستہ دل ہونے کی کوئی بات نہیں ہی. میں اب اسکول نہیں جاسکتا. کیونکہ والد صاحب کی سخت تاکید ہی کہ عربی پڑہو، اُنکے فرمانے کا زیادہ خیال ہی ورنہ میں آپ کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑتا،

طفیل۔ خیر بھئی جب ہم تم ساتھ ساتھ پڑہتے تھے تو وقت خوب لطف سے گزرتا تھا، لیکن تمہارے نہونے سے اسکول مجکو کاٹنے کو دوڑیگا، اور میرا دل بھی پڑہنے میں کم لگیگا،

عزیز۔ خاموش کھڑا ہے،

طفیل۔ تو پھر کل سے اسکول نہ جاؤگے؟

عزیز۔ ہاں اور کیا،

اب ہوامیں خنکی زیادہ ہوگئی ہی، اور مشرق سے دوڑ آنے والی سیاہی بڑھ چلی ہے ستارہ کرۂ آسمان پر ایک ایک کرکے نکلنے اور چمکنے لگے ہیں، یہ، دونوں دوست بھی ایک دوسرے سے جدا ہونے کے لیے تیار ہوگئے، لہذا ہمارا بھی ٹھہرنا مناسب نہیں، جاتے ہیں،

تیسرا باب

عشق

مہینوں گزر گئے اور واقعات بھی پیش آئے مگر کوئی واقعہ ایسا نہ تھا جس سے ہمارے ناول کو تعلق ہوتا، لہذا ہم نے بھی تاریخ کے فضول ورق اُلٹ دیئے تاکہ ناظرین کی دلچسپی کم نہو،

ایک روز طفیل احمد حسب معمول اسکول سے واپس ہو کر مکان پہنچا ہی تھا کہ عزیز احمد نے بھائی طفیل بھائی طفیل کہکر آواز دی، طفیل جلدی سے باہر آیا اور کہا،

طفیل - بھئی میں تمھیں یاد ہی کر رہا تھا،

عزیز - کیوں خیر تو ہے،

طفیل - خدا کا فضل ہے، چلو بازار ہو آئیں،

عزیز - اچھا چلو،

اتنا سُنکر طفیل اندر گیا اور عزیز کے لیے پان لایا اور دونوں بازار کی طرف چلدیئے کچھ دور چلکر عزیز نے طفیل سے کہا،

عزیز - بھئی ذرا ٹھہر جانا، اس مکان میں ہو آؤں، ابھی آتا ہوں،

طفیل (تعجب سے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ایں! اس مکان میں جانیسے مطلب اس میں کون رہتا ہے؟

عزیز - پھر بتاؤنگا،

اتنا کہکر مکان میں چلا گیا، اور طفیل باہر سڑک پر ٹہلتا رہا، مگر نہایت بیچین تھا کہ

کب عزیز آوے اور اس سے اس مکان کی نسبت دریافت کرے، یہ اسی اُدھیڑ بُن میں تھا کہ ابھی دو چار روز ہوئے یہ مکان خالی تھا، اور اب کون لوگ اس میں آکر رہے ہیں، اور عزیز کا تعلق، اس نے باہر ہی سے مکان کے پھاٹک کے اندر تجسس آمیز نگاہیں دوڑانا شروع کیں مگر وہ اس کوشش میں ناکامیاب رہا،

طفیل کو اسی اُدھیڑ بُن میں چھوڑ کر ہمارا ایک خیال عزیز کے تعاقب میں روانہ ہوا گو پردہ شریعت میں کیسا ہی لازمی ہو مگر ایک وقائع نگار کا بحیثیت واقعہ نگاری کسی کے مکان میں بلیا کانہ چلے جانا شاید بیجا ہو گا، اور اگر ہو تو خیر،

مسٹر عزیز چلے جانے کو تو چلے گئے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ ہماری خوشی اور آزادی وغیرہ وغیرہ سب ختم ہونے والی ہیں، اور ہمارے پیچھے بلائے عشق ہاتھ دھو کر پڑنے والی ہے غم ہجر شب فرقت کے صدمے اُٹھانے پڑینگے، خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، عزیز مکان میں گئے، زنانہ دروازہ سے نکلتے ہی اُن کی وہی حالت ہوئی جو مجنوں کی لیلےٰ کو، فرہاد کی شیریں کو، وامق کی عذرا کو دیکھکر ہوئی تھی، یعنی سامنے ایک پری جمال کو بصد انداز تخت پر بیٹھے وضو کرتے دیکھا، ادہر ان کی نگاہ اُدھر اس کی نگاہ اوپر کو اُٹھیں نگاہوں کا ملنا تھا کہ تیر عشق دل میں لگ کر کلیجہ کے پار ہو گیا، حضرت دل اِدہر سے استقبال اُدہر سے مزاج پرسی کو باہر تشریف لائے مصافحہ و معانقہ کیا. بس پھر کیا تھا، آپس میں اختلاط ہو گیا، محبت ہو گئی مروّت آگئی، غرضیکہ نہ معلوم کیا کیا ہوا، کس کا دل کِس کے پاس رہا، کسنے نذر کیا اور کس کو دیا یہ وقت پر معلوم ہو گا، میاں عزیز کی جو حالت ہوئی وہ یہ ہے، بدن تھرّایا کانپا، آنکھوں تلے اندھیرا آیا، رونگٹے کھڑے ہوئے سر چکرانے لگا اور نہ معلوم کیا کیا ہوا، جسپر گزری وہی خوب جانے، مگر اُس بُتِ طنّاز نے وضو کر

قبلہ رو ہو چائے نماز بچھا نماز شروع کر دی، مجبوراً یہ بھی اندر پہنچے، اور وہاں سے پان لے واپس آ
طفیل کے ہمراہ چلدیئے،
طفیل۔ یہاں کون رہتا ہے؟
عزیز۔ خالہ زاد بھائی،
طفیل (تعجب سے) ہیں! آپ کے خالہ زاد بھائی کہاں سے نکل آئے؟ آجتک تو ہم نے سُنا نہیں تھا کہ آپ کے کوئی خالہ زاد بھائی بھی ہیں،
عزیز۔ نہ سُنا ہو گا، یہ میرٹھ کے رہنے والے یہاں ایک رئیس کے ملازم ہیں، جس کی وجہ سے اپنے گھر کے لوگوں کو بھی ہمراہ لے آئے ہیں، دو روز ہوئے یہ مکان کرایہ پر لیا ہے،
طفیل۔ ان کا نام کیا ہے؟
عزیز۔ یہ دو بھائی ہیں، بڑے شیر علی، چھوٹے اسد علی،
طفیل۔ سب شیر ہی شیر ہیں کوئی بھیڑیا نہیں،
عزیز۔ (ہنسکر) ہاں،
طفیل۔ اسد علی کیا کرتے ہیں،
عزیز۔ محکمہ بیکاری کے انسپکٹر ہیں،
طفیل۔ یا نواب بے ملک و مال ہیں،
یہ دونوں ایسی ہی باتیں کرتے ہوئے بازار پہنچے اور تھوڑی دیر مٹر گشت کر کے واپس مکان پہنچے (عزیز کی والدہ طفیل سے پردہ تو کرتی ہی نہ تھی کہ آواز دینے یا پردہ کرانے یا مردانے کی ضرورت ہوتی) عزیز معہ طفیل سیدھا والدہ کے پاس پہنچا،
طفیل (طفیل بوجہ ہمعمری و ہم مکتبی کے عزیز کی والدہ کو چچی کہتا ہے) چچی سلام،

عزیز کی ماں، بجیتے رہو، عمر دراز، آج تو بہت دنوں میں نظر پڑے، کیا عزیز سے کچھ کھٹ پٹ ہو گئی تھی،

طفیل۔ جی نہیں، آجکل چونکہ امتحان کا زمانہ ہی اس وجہ سے فرصت نہیں ہوتی، آج تھوڑا سا وقت ملا حاضر ہوا،

عزیز کی ماں۔ اچھا ہی بیٹا خوب کوشش کرو خداوند کریم کامیاب کرے، مگر کبھی کبھی ہو جایا کرو ایسا نہ کیا کرو کہ ہم تمہارے انتظار میں تمہاری صورت کو ترس جایا کریں،

ہاں طفیل احمد ہم نے مقصود اور محمود کے واسطے دلہن تجویز کی ہیں، اور اب ان کی شادی کے ڈہنگ لگاتے ہیں،

طفیل۔ کہاں؟

عزیز کی ماں۔ لے یہی ناجو کلن خاں کے ٹھیکی ٹال میں آکر رہے ہیں،

طفیل۔ ہاں ہاں،

عزیز کی ماں، توکیا تم اُن سے واقف ہو وہ ہمارے رشتہ کی بہن ہیں، انکا لڑکا یہاں نوکر ہی، اللہ رکھے اُنکے دو لڑکیاں بھی ہیں، بہت خوبصورت لکھی پڑہی ہوشیار سینے پرونے میں مشاق، امور خانہ داری میں طاق، ہمنے چھوٹی محمود کو اور بڑی مقصود کو تجویز کی ہی،

طفیل۔ ہاں ہے تو اچھی بات،

اتنے میں خادمہ نے دونوں کے لیے کھانا دسترخوان پر چن دیا، عزیز کی والدہ نے طفیل سے کہا کہ رات بہت گئی ہی، کھانا کھا کر یہیں سو رہو، جسکو اُسنے کچھ ہاں ناں کے بعد منظور کرلیا، اور دونوں دوست کھانا کھا کر سو رہے،

معلوم ہوتا ہی جس طرح طفیل اور عزیز میں دوستانہ ہی اسی طرح انکے والدین کے بھی

مراسم بھی بڑھے ہوئے ہیں، جن کی وجہ سے طفیل کو عزیز کے ہاں، اور عزیز کو طفیل کے ہاں بخوبی آرام ملتا ہے، اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے یہاں رہنے پر انکے والدین کو کوئی تردد نہیں ہوتا اور یہی وجہ ان کو موقعے ملجانے کی ہے، جس میں وہ ایام طالب علمی میں اسطرح کھُل کھیلتے ہیں، یا انکے والدین قرار واقعی نگرانی نہیں کرتے، ورنہ کہاں طالب علمی اور کہاں انکا جلسہ ہائے رقص و سرود میں شامل ہونا، ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

چوتھا باب

محبت است کہ دل را نمی دہد آرام
وگرنہ کیست کہ آسودگی نمی خواہد

شب فرقت کی اختر شماری ہجر یار میں گریہ وزاری کی کیفیت کسی عاشق حرماں نصیب کے دل سے پوچھا چاہیے، مگر عاشق جسکو کوچہ یار میں جانا دیدار یار سے فرحت حاصل کرکے باتیں کرنے کا موقعہ حاصل ہے تو بڑا ہی خوش نصیب ہے، خوش قسمتی سے یہ شرف ہمارے ناول کے ہیرو عزیز کو اچھی طرح حاصل ہے، بس پھر کیا ہے پانچوں گھی میں ہیں، اگر کچھ تکلیف ہے تو اتنی کہ اپنے مکان سے ٹھیکی ٹال (ایک محلہ کا نام ہے جہاں میاں شیر علی نے مکان لیا ہے) تک جانیسے دل کی مرادیں بر آتی ہیں، عزیز برابر ہر روز بلا ناغہ بلکہ دن میں دو دو چار چار بار در دلدار کی آستان بوسی کو حاضر ہوتا، سازگی بخت سے معشوقہ بھی ملی تو ایسی کہ بجائے ظلم و ستم پروری کے دلداری، بے وفائی کی جگہ وفا کرنے والی، ایسے موقعے اکثر کم بلکہ شاذ و نادر ہاتھ آتے ہیں، علاوہ بریں گھر بھر کو اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ اگر یہ ایک روز نہ جاتا تو سب کو سخت پریشانی ہو جاتی، بس پھر کیا تھا دن دونے رات چوگنے محبت کے پینگ بڑھنے لگے

نہ رقیب کا کھٹکا نہ رقابت کا ڈر، نہ حجاب عارض، نہ پردہ کی پردہ داری، رات دن، صبح و شام جس وقت چاہیں مل بیٹھیں، روکنے والے کا نام ٹوکنے والے کا نشان نہ تھا، اُدھر سے ناز ادھر سے نیاز برابر ہوتا، کچھ تو بے تکلفی رشتہ کی وجہ سے تھی، اب عشق ہوا تو کچھ حجاب نہ رہا، غرضیکہ دن عید رات شب برات ہونے لگی،

طفیل سے بھی ملاقات ہوتی رہی، ہم جماعتی تو عرصہ سے چھٹ گئی تھی، کیونکہ وہ اسکول میں تعلیم پاتا تھا اور یہ مولوی صاحب کے پاس تفسیر و حدیث دیکھ رہا تھا مگر اب تو مکتب عشق میں حضرت عشق سے عاشقی کا سبق لیکر دستار فضیلت باندھنے والا تھا،

شام ہو چکی ہے، شاہجہاں پور گو ضلع ضرور ہے مگر اسکے بازاروں میں وہ چہل پہل جو دوسرے شہروں میں ہے نہیں ہے، لیکن فیاض قدرت نے اسکو ایک دریا جس کے کناروں پہ یہ آباد ہے ایسا عطا کر دیا ہے کہ تفریح کرنے والے صاحبان کو شہروں کے پُر رونق بازاروں کا لطف حاصل ہو جاتا ہے، اکثر تفریح طبع اشخاص دن بھر کی محنت و مشقت سے چکنا چور ہو کر شام کو اسکے کناروں پر سیر کر کے تر و تازگی حاصل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، عزیز اور طفیل بھی آج دریا کی روانی سے اپنی طبیعت بہلاتے کنارے کنارے سیر کر رہے ہیں،

رات کا وہ پہلا حصہ جو غروب آفتاب کے بعد مشرق کی طرف سے سیاہی پھیلنے پر شروع ہوتا ہے شروع ہو گیا ہے، امیروں کے آرام گاہوں میں اگر شمع و فانوس روشن ہو رہے ہیں تو غریب مزدوروں نے بھی اپنے گلی چراغ کو دھیلے کے تیل سے گل لالہ بنا کر دمڑی کے لعل سے اپنا جھونپڑا روشن کر لیا ہے،

یہ دونوں دوست بھی بازار کی طرف چلدیئے، اور ٹھیک ۹ بجے پھر پھرا کر سامنے والے دوراہے پر جبکہ یہ ایک دوسرے سے علحدہ ہونے کو تھے تو طفیل نے عزیز سے دریافت کیا،

طفیل - کیا مکان جاؤ گے؟

عزیز - نہیں مکان تو نہیں جاؤنگا،

طفیل - پھر کہاں،

عزیز - ٹھیکی ٹال جاکر سو رہونگا،

طفیل تو اپنے مکان چلا گیا، اور عزیز ٹھیکی ٹال یہ شعر پڑہتا ہوا روانہ ہوا، شعر

دشمن اپنا کر رہا ہی دوستداری ان دنوں
دیکھے قسمیں کوچۂ جاناں میں لیجاتا ہی دل

شیر علی کے ہاں سب کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر سونے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور بعض سو بھی گئے ہیں، وہ دیکھیے سامنے کوٹھے میں دو شخص سوئے ہوئے ہیں ان میں سے ایک تو شاید سو گیا ہی مگر دوسرے کی دولائی کی حرکت سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ابھی جاگ رہا ہی، اسکا باربار کروٹیں بدلنا اس کی دلی بےچینیوں کا صاف پتہ دے رہا ہی، عزیز کے مکان میں داخل ہونے سے اور تو جو کچھ بھی کسی کی حالت ہوئی ہو، مگر ابھی ہم نے جس شخص کو کروٹیں بدلتے دیکھا تھا اس کی حالت میں فوری تغیر پیدا ہو گیا ہی اب اسکو سکوت ہو چلا ہی، نہ کروٹیں بدلی جاتی ہیں نہ آہ سرد بھری جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ بھی اپنے برابر والے کی طرح سو گیا ہی، آؤ دیکھیں عزیز کدھر ہے، عزیز نے اندر داخل ہوتے ہی شیر علی کی ماں کو سلام کیا اور سیدہا اس کمرے میں چلا گیا جہاں دو عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں، عزیز کی تجسس آمیز نگاہوں نے یہاں بھی اسکو جس کی تلاش تھی نہ پایا، وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر اُٹھا اور جانا چاہا کہ اُن میں سے ایک نے کہا، عزیز! تم اُس کمرے میں ہوتے جانا تمہاری آپا تم کو پوچھتی تھیں، عزیز، وہاں سے اُس کمرے میں آیا جس کی سیر ہمارے ناظرین اس باب کے شروع میں کر چکے ہیں، یہاں پہنچکر اس نے

دیکھا کہ دو چارپائیوں پر دو شخص موٹھ لپیٹے گہری نیند کا مزہ لے رہے ہیں، عزیز کمرے میں داخل ہوتے ہی اس فکر میں پڑ گیا کہ آخراب کیا کرنا چاہیئے یہاں تو سب سو رہے ہیں یہ اسی اُدھیڑ بُن میں تھا۔ اور قریب تھا کہ جس طرح داخل ہوا ہی اُسی طرح نکلجائے، کہ اُنمیں سے ایک بیساختہ ہنس پڑی، اور یہ اُدھر پلٹ پڑا، اور کہا،

غزیز۔ واہ ہم تو سمجھے تھے کہ سو رہی ہو،

عورت۔ میں تو نہیں سوئی تھی، دیکھو یہ سو رہی ہیں،

عزیز (ٹالکر) اونھ سونے دو،

عورت۔ آج تم بہت دیر کر آئے،

عزیز۔ ہاں ذرا دیر ہوگئی، دریا گیا تھا وہاں سے بازار ہوتا ہوا آیا ہوں،

عورت۔ مشتری کو بھی اُٹھا دو،

عزیز۔ نہیں سونے دو اب ہم جاتے ہیں،

عورت۔ آج یہیں سو رہو کیا ہم کچھ غیر ہیں،

عزیز۔ نہیں غیریت کی کیا بات ہی لیکن دنیا اگر دیکھے گی تو کیا کہے گی،

عورت کچھ کہنے ہی کو تھی کہ مشتری نے کروٹ بدلی اور عورت نے کہا، کیا سوتی ہو،

مشتری ہونھ ہونھ

عزیز۔ اُٹھو صبح ہوگئی،

مشتری آنکھیں ملتی ہوئی اُٹھی اور کہا عزیز تم نے ہماری نیند اُچاٹ کر دی اور دولائی اوڑھکر بیٹھ گئی، ان تینوں میں مختلف باتیں ہوا کیں، اتنے میں کسی نے دروازہ پر دستک دی، جب دروازہ کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ شیر علی آئے ہیں، شیر علی سیدھے اپنے کمرے میں گئے اور کھانا مانگا اور ماں سے دریافت کیا آج عزیز آیا تھا؟

ماں - ہاں آیا ہی مشتری اور امتیازن کے پاس ہے،
شیر علی (زور سے) عزیز عزیز
عزیز - جی،
شیر علی - آؤ کھانا کھالو،
عزیز - میں کھاکر آیا ہوں،
شیر علی کھانا کھا اور حُقہ پی سو رہے، اور عزیز بھی جانے کو طیار ہو گیا،
امتیازن - اب کہاں جاتے ہو یہیں سو رہو،
عزیز - نہیں ایک ضروری کام ہی اگر نہ گیا تو نقصان ہو گا،
مشتری - واہ ہم تو نہ جانے دینگے خواہ نقصان ہو یا فائدہ، آؤ پہیلیاں کہینگے۔
خیر عزیز کچھ ردّ و کدّ کے بعد بیٹھ گیا۔ اور پہیلیاں شروع ہو گئیں،

پانچواں باب

شیر علی کو اتنا وقت کہاں ملتا تھا جو گھر کے کاموں میں صرف کرتا، دن بھر اُسکو نوکری بسا اوقات رات کو بھی باہر ہی رہنا ہوتا تھا۔ اور خصوصاً جب وہ گاؤں میں لگان تحصیل کرنے جاتا تو ہفتوں مکان پر نہ آتا تھا، اسکا چھوٹا بھائی ادہر اُدہر بیکار وقت گزاری کیا کرتا تھا، گھر میں صرف عورتیں ہی عورتیں رہتی ہیں،

اکبر شیر کا تعلق ایک طوائف چھٹن نامی سے ہو گیا تھا گو یہ عورت خوبصورت نہ تھی لیکن عمر کے لحاظ سے نوجوان ضرور تھی، کچھ دنوں تو تعلق ہی تعلق رہا، لیکن اسکا انجام یہ ہوا کہ شیر علی نے اسکے ساتھ نکاح کر لیا، اور وہ شیر علی کے مکان میں رہنے لگی،

شیر علی کا جو کچھ بھی وقت پس انداز ہوتا وہ ان بی صاحبہ کے نذر ہو کر انکے غمزہ و ناز میں صرف ہو جاتا، پھر بھلا وہ کس وقت اپنے گھر کے حالات کی طرف توجہ کرتا، اور توجہ بھی کرتا تو کیا،

چھٹّن کی اوباش مزاجی اس کی دونوں بہنوں یعنی مشتری اور امتیازن کی طبیعتوں پر رنگ چڑھا رہی تھی، اور وہ اُس کی صحبت میں اس کے زیر اثر تھیں، کچھ تو دونوں پہلے ہی سے آزاد تھیں، مگر اب چھٹّن کی بیباک روش خرام ناز، عشوہ انداز نے سونے پر سہاگہ کا کام کر کے ان کی طبیعتوں کو پاک اور انکے دلوں کو خوب کھول دیا، جسکا نتیجہ میاں عزیز کی عشق عاشقی سے خوب ظاہر ہے، چھٹّن پہلے ایک شخص مسمی عبد الغنی کی منکوحہ تھی، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے کیوں اپنے شوہر عبد الغنی کو چھوڑ پیشہ طوائف اختیار کیا تھا اور نہ معلوم کتنے عرصہ تک وہ اس ناپاک پیشہ کو کرتی رہی۔ مگر جب اس نے شیر علی سے نکاح کر لیا تو عبد الغنی (پہلے شوہر) نے دعویٰ دائر کر کے مقدمہ بازی شروع کر دی، شیر علی نے جب مقدمہ کی حالت نازک دیکھی اور اپنی بدنامی اور مقدمہ بازی کے نتائج پر خیال کیا تو مجبوراً اُس نے چھٹّن کا ساتھ چھوڑ دیا اور خدا معلوم اسکو کہاں غائب کر دیا کہ عرصہ تک پتہ نہ لگنے پر مقدمہ ڈسمس ہو گیا، اور شیر علی معہ اپنی والدہ اور بہنوں کے رہنے لگا،

جمعہ کا دن اور اُسی شب کی صبح ہے جب عزیز پہیلیاں کہتے کہتے مشتری کے پلنگ پر سو گیا تھا، سڑک پر پتنگ بازی ہو رہی ہے، بچے، جوان، بوڑھے جمع ہیں اور بہت غور سے ان پتنگوں کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہیں، جو آسمان میں ڈوب کرتا را ہو گئی ہیں، شاطر کی نگاہ پتنگ کی چال کے ساتھ ساتھ کام کر رہی ہے اور بہت زیادہ احتیاط کی جاتی ہے کہ پتنگ نظر سے اوجھل نہ ہونے پائے، اسوقت جو پتنگ اکبر حسین کے ہاتھ میں ہے وہ بہت تیزی سے اپنا کام کر رہی ہے

اکبر حسین کی تینگ چاند تارا، اور فریق ثانی شریف حسین کی طوقدار ہی، تینگیں اپنے اپنے مالک کی چٹکی کے اشاروں پر کام کر کے اپنے کاریگر کی صناعیوں کا نمونہ دکھلا رہی ہیں، ایک دوسرے کو نیچا دکھانا چاہتا تھا، مگر وہ پہلو بچا جاتا ہی یکایک اکبر حسین کے مونھ سے آواز نکلی کہ وہ کاٹا، اور جب اسنے اپنی تینگ کو ڈور پر ساد ہا تو وہ نگاہ سے غائب ہوگئی، یہ اسکو اُتارنے اور لڑکے دوسری جانب ڈور لوٹنے دوڑے، آہا اس مجمع میں ہمارے دوست عزیز اور طفیل بھی موجود ہیں، مگر آج خلاف معمول عزیز کا چہرہ بشاش معلوم ہوتا ہی،

طفیل، عزیز آج تم بہت خوش ہو، کیا کہیں زعفران کا کھیت دیکھ لیا ہی،

عزیز۔ ارے یار اس تذکرہ کو جانے دو،

طفیل۔ کیوں، کیا کچھ راز کی بات ہی، اور اگر ایسا بھی ہو تو آپ کا کوئی راز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہی اور نہ کبھی آپنے مجھ سے چھپایا، ہاں اگر - رازداری میں کچھ فتور آیا ہو تو خیر،

عزیز۔ نہیں یہ بات نہیں ہی لیکن اسکو نہ پوچھو تو بہتر ہی،

طفیل۔ نہ پوچھنے کی بھی ایک ہی کہی۔ بھلا ہم اور نہ پوچھیں، اور تم اور نہ بتاؤ،

عزیز۔ اگر نہیں مانتے تو خیر تمہاری دوستی پر اعتبار کر کے امید کرتا ہوں کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کروگے،

طفیل (حیرت زدہ ہو کر کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عزیز کا کوئی راز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے)، ہاں ہاں ضرور سناؤ میں بھی تو سنوں کہ وہ ایسا کونسا راز ہی جس کی اس قدر پیشبندیاں ہیں اطمینان رکھو میں کسی پر ظاہر نہ کرونگا،

عزیز۔ اچھا سنو، مگر ذرا اُس طرف ہٹ چلو،

طفیل اور عزیز وہاں سے ذرا ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہوئے اور عزیز نے کہا کہ

تم کو یاد ہوگا کہ ایک روز میں اور تم ٹھیکی ٹال کی طرف جارہے تھے، اور میں تم کو ٹھہرا کر اُس نو آباد مکان میں گیا تھا جہاں میرے خالہ زاد بھائی آگرہے ہیں، اور میں تمہارے لیے پان بھی لایا تھا بس وہ پہلا ہی روز تھا کہ میں اُس مکان میں گیا تھا، میں نے جوں ہی دروازہ سے نکل کر صحن میں قدم رکھا، اُن کی چھوٹی بہن تخت پر بیٹھی ہوئی وضو کر رہی تھی، میری اور اُس کی نگاہ ملتے ہی دل ملگیا، ایک تیر تھا جو کلیجہ کے پار ہوگیا، میں نہیں کہہ سکتا کہ اُس وقت سے مجھے کیا ہوگیا ہی جب تک اسکو دیکھ نہیں لیتا چین نہیں آتا، اور اُس کی بھی یہی حالت ہے، رات کو بھی اکثر وہیں سو رہتا ہوں، اب میرا دل کسی کام میں نہیں لگتا بس یہی جی چاہتا ہی کہ ہر وقت اسکو ہی دیکھا کروں نہ مکتب میں طبیعت لگتی ہی نہ اور کہیں، شعر

دل مبتلائے گیسوے دلدار ہوگیا یارب میں کس بلا میں گرفتار ہوگیا

بس یہ حال ہی اور یہ خواہش ہی کہ

دل چاہتا ہی بس یہی کہ رات دن بیٹھا رہوں تصور جاناں کیے ہوئے

طفیل (کچھ سوچکر) دیکھو کہیں ایسا نہ کر بیٹھنا کہ پڑھنا لکھنا چھوڑ دو، والد صاحب بہت ناراض ہونگے علاوہ بریں دنیا تھو تھو کریگی، ذرا عقل سے کام لو اور بیوقوف نہ بنو،

اتنے میں ایک شخص گریم آگیا اور ان کی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور یہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے اور پتنگ بازی کے دیکھنے میں مشغول ہوگئے،

چھٹا باب

رقیب بھائی اور بہن

پارسائی اور جوانی کیونکر ہو اک جگہ پر آگ پانی، کیونکر ہو

رات کے دس بج چکے ہیں، نومبر کا مہینہ سردی کا شباب ہر فرد بشر رضائی لحاف وغیرہ سے سردی کا بچاؤ کر رہا ہے۔ غریب بیچارے دوہر پیلٹے الاؤ کے سہارے تاپ رہے ہیں، احمد مسعود، گلن اور کریم چاروں شیر علی کی نشستگاہ میں بیٹھے غپیں اُڑا رہے ہیں احمد جسکا ذکر دوسرے باب میں ہو چکا ہے، عزیز کا چھوٹا بھائی ہے یہ کینہ ور اور بڑا ہی خونخوار اور وحشی لڑکا ہے۔ یہ حضرت بھی مشتری پر مرتے ہیں مثل مشہور ہے عشق اور مشک کب چھپائے چھپتا ہے اسنے عزیز کے دلی لگاؤ کو تاڑ کر اور مختلف طریقوں سے اپنا اطمینان کر کے گلن (ہمارے ناظرین اسکو پہلے کسی موقع پر دیکھ چکے ہیں) کو ہمراز بنا لیا ہے اور کبھی کبھی یہ اور گلن شیر علی کے مکان کے ارد گرد گھومتے اور سراغ لیتے نظر آتے ہیں، اور جب احمد اندر جاتا ہے تو گلن باہر رہجاتا ہے عزیز کا دوست طفیل باہر گیا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کی زندگی بہت بے لطفی سے گزر رہی ہے اور وہ تاڑ گیا ہے کہ بھائی صاحب درپئے آزار ہیں، اور اس فکر میں ہے کہ اس جنجال سے چھٹکارہ ہو، مگر اب پانی سر سے گزر اسکو ڈوبانے کا خطرہ پیدا کرنے لگا ہے، یکایک عزیز اُٹھا اور اندر چلا گیا، احمد نے بھی اسکا پیچھا کیا مگر فوراً دونوں واپس چلے آئے، مسعود تو سیدھا کسی طرف کو چلا گیا اور احمد اور گلن بھی آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے چلدیے، لیکن کریم سڑک پر کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ عزیز آوے اور اسکو ان کے ارادوں سے آگاہ کر دے، کریم ایک ناخواندہ شخص ہے اور عزیز کے ساتھ اسکو قلبی اُنس ہے، جسکو یہ ابھی تک چھپائے ہوئے ہے اسنے احمد اور گلن سے ملکر بہت سے راز معلوم کر لیے ہیں اور ہمیشہ اسی تاک میں لگا رہتا ہے کہ عزیز کے اوپر کوئی الزام آتا ہو تو اسکو بچائے، اسکو یہاں کھڑے ہوئے آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ عزیز واپس آیا، اور کریم کو دیکھکر کچھ چونکتا ہوا لیکن کریم نے اس کی پریشانی کو تاڑ کر خود پیش دستی کی اور کہا،

کریم۔ عزیز کیا تم اندر جاتے ہو، مجھے تم سے کچھ کہنا ہے،
عزیز کو اب اطمینان ہوگیا اور وہ کریم کا ہات پکڑے ہوئے، اُسی نشست گاہ میں جہاں یہ تھوڑی دیر پہلے بیٹھے ہوئے تھے آیا، کریم نے احمد اور گلُن کا سارا حال تفصیل وار کہہ سُنایا عزیز جسکو سُنکر ششدر رہگیا، لیکن کریم نے عزیز کو تسلی دی اور کہا کہ تم کسی طرح کا خوف نہ کرو میں ہر وقت مارنے مرنے کو تیار ہوں، یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ احمد آتا ہوا دکھائی دیا، کریم نے عزیز کو باہر ایک گوشہ میں چھپا دیا، اور خود احمد کے آنے کا منتظر رہا، احمد نے آتے ہی پوچھا کہ عزیز کہاں ہی، کریم وہ تو تمہارے سامنے ہی چلا گیا اور مجھ سے جاتے وقت کہہ گیا تھا کہ اب صبح ملیں گے، اتنا سنکر احمد اندر گیا اور اپنا اطمینان کر چلا گیا، کریم بھی اُسکے پیچھے ہو لیا، تھوڑی دیر میں کریم واپس آیا اور عزیز سے کہا، جاؤ اب چین کرو، صبح پھر ملینگے،
یہ تو ان بھائیوں کی کیفیت ہی کہ احمد مشتری پر ڈورے ڈالنا چاہتا ہی مگر وہ اسکو پسند نہیں کرتی، اب اندر کی کیفیت ملاحظہ ہو،
یہ تو ناظرین کو معلوم ہو ہی چکا ہی کہ مشتری اور امتیاز ن دونوں بہنیں ہیں، اور جب عزیز جاتا ہے تو یہ تینوں ایک ہی جگہ بیٹھکر باتیں کیا کرتے ہیں، اور عزیز مشتری ایک دوسرے پر فدا ہیں، اور امتیاز ن بھی عزیز پر ہزار جان سے مرتی ہی، مگر محض اپنی بہن کے خیال سے کبھی کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکال سکتی ہی، ایک روز حسب معمول کہانیاں کہتے کہتے عزیز کو رات زیادہ ہوگئی، اور امتیاز ن کے موہنہ سے بیساختہ نکل گیا کہ عزیز گھر نہ جاؤ آج یہیں سو رہو، مشتری نے اسکو بُرے کانوں سے سُنا، مگر عزیز نے یہ کہہ کر ٹالدیا کہ نہیں آج تو ہم گھر ہی جائینگے، لیکن مشتری نے نہ مانا اور عزیز کو مجبوراً وہیں سونا پڑا، یہ بات امتیاز ن کو بیحد ناگوار گذری اور رقابت کی آگ جو پہلے سُلگ رہی تھی اب بھڑک اُٹھی، امتیاز ن خفا ہو موہنہ لپیٹ پڑ رہی، صبح کو

اتفاق سے عزیز اور امتیازن کمرہ میں اکیلے تھے، عزیز امتیازن سے مخاطب ہوا مگر اُس نے بجائے جواب دینے کے موںھ پھیر کر کہا کہ جسکے لیے آتے ہو اُسی سے بولو، ہم سے کیا کام،

عزیز۔ تمہاری زبان سے یہ کلمے نکل کر نشتر کا کام کر رہے ہیں،

امتیازن۔ خیر ہو گا جانے دو،

عزیز۔ تو خفا کیوں ہو گئیں،

امتیازن۔ خفگی کس بات کی ہی میں نے تو ایک بات واقعی کہی ہی،

عزیز۔ دیکھو پھر وہی،

امتیازن۔ نہیں میں بُرے دل سے نہیں کہتی،

اس کے بعد عزیز تو باہر چلا گیا اور یہ ایک سکوت میں ہو گئی،

ساتواں باب

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا حال کروں خون جگر ہونے تک غالب

مئی کا مہینہ گرمی کے بھرمار کا موسم، دن کے بارہ بجے کا وقت جبکہ آفتاب نصف النہار تک پہنچکر اپنی تیز تیز کرنیں سطحہ زمین پر ڈالکر اس قدر گرما گرمی پیدا کر دیتا ہی کہ خدا کی پناہ کاروباری لوگوں نے بھی جنکا موںھ گرم گرم لو جھلسائے دیتی ہی اپنے کاروبار کو چھوڑ دیا ہے رئیسوں کے بنگلوں اور کوٹھیوں میں خس کی ٹٹیاں چھڑکی جا رہی ہیں، قلی بیچارہ پنکھا کھینچتے کھینچتے تھک گیا ہی، مگر یہاں اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا،

غریب اپنے جھونپڑوں میں اگرچہ کچھ سامان اُن کو میسر نہیں ہی تاہم گرمی سے بچنے

کے لیے دیک اپنا سودیشی دستی کھجوری پنکھا لیے گرمی مٹا رہے ہیں، چرند و پرند سب سایہ میں بیٹھ گئے ہیں، وہ سامنے گائے بھینسیں دوپہر تک چرنے کے بعد آفتابی گرما گرمی دیکھکر سایہ میں بیٹھی ہوئی دوپہری برمارہی ہیں، پیاس کی وہ شدت کہ الامان الحفیظ، حلق خشک، ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی ہیں، برف جب تک گلتا نہیں برف ہی، گلنے پر نیمگرم پانی گلاس پر گلاس چڑھائے جا رہے ہیں مگر سیرابی ناممکن، ابھی پانی پیا ہی کہ پھر پیاس غالب،

اسوقت ہمارے دوست عزیز اپنی نشستگاہ میں پڑے کروٹیں بدل رہے ہیں، انکی ہائے ہائے کی آواز اور عشق کی محرور آہیں اس بات کا پتہ دے رہی ہیں کہ اب ان کے مزاج میں وہ خوش طبعی وہ چہل پہل نہیں رہی، یا تو ہروقت ہشاش بشاش رہتے تھے یا اب ہر لمحہ وہر گھڑی ٹھنڈی سانسیں بھری جاتی ہیں. میاں ریتو خاں اور صدیق احمد انکی ہمدردی کررہے ہیں،

صدیق ۔ عزیز ہم اسی دن کے لیے تم کو سمجھایا کرتے تھے کہ عشق کا روگ اپنے پیچھے نہ لگاؤ مگر افسوس تم نے ہماری ایک نہ سُنی اور مفت کا روگ لگا بیٹھے، لیکن

اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت،

عشق بھی کیا تو پردیسی سے یہ مانا کہ معشوقہ با وفا با مروت سہی، اور وہ وعدہ بھی کر چکی ہی کہ میں تمہاری ہوکر رہوں گی، لیکن آخر تو وہ دوسرں کے قبضہ اختیار میں ہی، جس طرح اسکے ورثا چاہیں گے کرینگے، اور تم کو درد ہجر سہنا فرقت کی مصیبت اُٹھانا پڑے گی، کیونکہ پہلے گُل وصال سے دامن مُراد بھی تو نہیں بھرتے تھے، پھر خار ہجراں کا کیا غم ہے،

عزیز ۔ تمہارا وعظ تو ہمارے لیے عذاب جاں ہوگیا، میاں جسپر گزرتی ہی وہی خوب جانتا ہے

مثل مشہور ہے،

جس کی نہ پھٹے بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی

ہم نے تو سمجھا تھا کہ ہمدرد بنو گے وصال یار کی تدبیر کروگے، مرہم زخم دل بیمار ہوگے لیکن افسوس آپنے اپنے پند ونصائح سے میرے دل کو اور چھیلکر لہو لہان کر دیا، شعر

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح　　کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

بھائی صاحب دوست بننا اور ہونا بہت مشکل ہے۔ شعر

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　در پریشاں حالی و در ماندگی

آپ دستگیری کے بجائے طعنوں کے چرکوں سے مارے ڈالتے ہیں، ہم تو خود ہی اپنے درد میں مبتلا ہیں اُسپر آپ ایک درد کے بجائے سو درد پیدا کرتے ہیں، سچ کہا ہے مُرے کو ماریں شاہ مدار" حضرت اس باب نصیحت کو طے کر رکھیے، اور ہمارے درد کے درماں کی تدبیر کیجیے،

صدیق - میں ایک جاہل آدمی وعظ ونصیحت کیا جانوں، ہاں آپنے ادہر مولوی صاحب سے اُدہر مکتب عشق میں پوری پوری تعلیم حاصل کی ہے، تمہارا واعظ اور ناصح ہونا بجا ہے بھلا چہ نسبت خاک را با عالم پاک،

عزیز - ہاں بھائی تم نہ کہو گے تو کیا کوئی اور کہے گا، میاں ہماری ہی قسمت بُری ہوتی تو ہم کیوں اس دام زلف میں گرفتار ہوتے، نہ عشق ہوتا نہ عاشقی ہوتی، نہ وصال ہوتا، نہ ہجر ہوتا امید تو یہ تھی کہ پھول چُنیں گے پھل کھائینگے مگر افسوس کہ ثمر ہجر کے سوا کچھ ہات نہ آیا، شعر

بہت سی حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے　　بہت ارمان ایسے ہیں جو دل کے دل ہی میں رہتے ہیں

ادہر غم ہجر جاں گداز ہے ادہر آپ کی نصیحت بیکار، یہاں جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، جو ہو گیا وہ

دیکھا جو ہوگا وہ دیکھیں گے،

ان نینوں کا یہی بسیکھ یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ

صدیق ۔ مرا ارادہ ہی یہ نہ تھا کہ تم کو طعن و تشنیع کروں، ایک سچی بات کہی تھی جو تم کو بُری لگی، خیر اب نہ کہینگے، اور ہاں کچھ یہ بھی معلوم ہی کہ یہ لوگ کہاں چلے گئے ۔ ادہر کیوں،

عزیز ۔ وطن ۔ انکے بلانے کا خط آیا تھا مشتری نے بھی مجھ سے ذکر کیا تھا لیکن یہ نہ کہا تھا کہ اس قدر جلد چلے جاوینگے،

صدیق ۔ واپسی کب تک ہوگی

عزیز ۔ واللہ اعلم ۔

صدیق ۔ خیر ۔ خس کم جہاں پاک ،

عزیز (کچھ دیر سکوت میں رہکر) ہاں بھئی تمہاری رائے میں اب کیا کرنا چاہیے،

صدیق ۔ لعنت بھیجنا، اور اس خیال کو دل سے نکال ڈالنا،

عزیز ۔ افسوس اچھے لوگوں سے پالا پڑا ہی، مرغی کی ایک ٹانگ بکے جاتے ہیں، کاش تمکو بھی اسکا سامنا ہوتا تو مزہ آتا، اور اُسوقت ہم دیکھتے کہ کس طرح آپ اسکو نکالتے ہیں،

صدیق ۔ اچھا ضبط کرو، صبر کرو خدا سے دعا کرو، وہ ارحم الراحمین ہی، جامع المتفرقین ہے، وہ تمہاری معشوقہ سے ملاویگا، مشکل کے بعد آسانی، آرام کے بعد تکلیف ضرور ہوتی ہی، خدا کریگا تو پھر وہی دن ہونگے، وہی راتیں ہونگی، تم ہوگے اور مشتری، نہ ہجر کا غم ہوگا، نہ جدائی کا کھٹکا، شعر

گرچہ شب آخر ہوئی اے شمع تو زاری نہ کر ۔۔۔۔ پھر وہی محفل وہی تیرا آستاں غم نہ کہا

عزیز ۔ ضبط اور صبر تو ناممکن ہی ہاں دعا ممکن ہی اس کی امید نہیں قبول ہو یا نہو،

صدیق - تو جہنم میں جاؤ،

عزیز - تم تو مذاق کرتے ہو،

نہ چھیڑ اے نگہت بادبہاری راہ لگ اپنی ۔۔۔ تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں یاں بیزار بیٹھے ہیں

صدیق - ہم تمہاری معشوقہ کو کہاں سے پیدا کردیں ہم یہاں وہ وہاں کونسی تدبیر کریں،
ہمارے سے چولھے میں جاؤ یا بھاڑ میں پڑو،

عزیز - خفا کیوں ہوتے ہو،

صدیق - تمہاری حرکتوں پر،

عزیز - تم سے ایسی امید نہ تھی،

صدیق - ہم کیا کریں سمجھاتے ہیں بُجھاتے ہیں مگر آپ ہیں کہ مانتے ہی نہیں،

عزیز - تو پھر ہمارا فیصلہ ہی کیوں نہ کردو کہ جھگڑا مٹ جائے (رونے لگا)

دل تو صدیق کا بھی اس کی مجنونانہ حالت دیکھکر بھرا ہوا تھا مگر اسکے رونے سے ضبط کرگیا اور عزیز کی ڈھارس بندھائی، تسلی کی تشفی دی اور کہا کہ کچھ پرواہ نہیں ہے اگر چلے گئے تو چلے جانے دو، کوئی تدبیر نکالیں گے جلدی کسی کام میں اچھی نہیں ہوتی، کہیں ایسا نہو کہ تمہاری جلدبازی کوئی اور نقصان پیدا کردے، بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ تمہاری جلدبازی ہی نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ انگشت نمائی ہونے کے خطرہ نے شیر علی کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ اُن لوگوں کو وطن روانہ کردے،

عزیز - والدہ بھی اُن کی ہمراہ گئیں ہیں، خدا معلوم کیا بات ہوئی کہ نہ خود ہی آئیں اور نہ خط ہی بھیجا،

صدیق - اُن لوگوں نے نہ آنے دیا ہوگا،

عزیز - اگر آج شام تک نہ آئیں تو پھر میں خود جاؤنگا،

صدیق ۔ سبحان اللہ آپ نہ جائیں گے تو کیا میں جاؤنگا، کیا وہاں جاکر اور زیادہ بدنام ہونے اور کام خراب کرنے کا ارادہ ہے،

عزیز ۔ میں تو والدہ کو لینے جاؤنگا،

صدیق ۔ جی اور نہیں تو مشتری کو،

عزیز ۔ تم تو خواہ مخواہ شک کرتے ہو،

صدیق ۔ میاں عقل کے ناخن لو کہیں ایسا بھی نہ کر بیٹھنا کہ بنا بنایا کھیل بگاڑ دو،

آٹھواں باب

سردی کا موسم صبح دس بجے کا وقت، ہر شخص دہوپ میں بیٹھا ہوا ہات پیر سینک رہا ہے، عزیز کی والدہ چارپائی پر بیٹھی کپڑے سی رہی تھی کہ میاں طفیل احمد آئے سلام کیا اور بیٹھ گئے ناظرین کو معلوم ہی کہ اب عزیز کا معاملہ آب از سر گذشت کا ہوگیا ہی اسکے تمام احباب پر اسکا راز کھل گیا ہی آشفتگی و وارفتگی مزاج پر اثر کرنے لگی ہی، باتوں باتوں میں بگڑنا جھنجلانا غصہ کرنا غرضیکہ دیوانگی میں کچھ ہی کسر رہ گئی ہے۔ حضرت عشق کا اثر مزاج پر وحشت خیز ہونے لگا ہی، طفیل احمد اسکا یار غار اور اسکا پورا ہمدرد تھا مگر ملازمت کی وجہ سے باہر گیا ہوا تھا اب جبکہ بحصول رخصت مکان پر آیا ہی تو اس کی حالت دیکھکر بہت رنجیدہ ہو رہا ہی اور چاہتا ہی کہ جس طرح ممکن ہوسکے یا تو عزیز ہی کو اسکے خیالات سے باز رکھے ورنہ اس کی والدہ سے ملکر اُس کی شادی کا پورا بندوبست کرادے،

عزیز کی ماں ۔ کہو بیٹا اچھے رہے، مرزا پور سے تمہارا خط عزیز کے پاس آیا تھا تو تمہاری خیریت معلوم ہوگئی تھی، کتنے دنوں کی رخصت آئے ہو،

طفیل ۔ جی ہاں آپ کے نوازش بزرگانہ سے اچھا ہوں، دو مہینے کی رخصت لیکر آیا ہوں،
عزیز کی ماں ۔ تو ابتو یہاں آیا کروگے، دیکھو بیٹا جیسا عزیز ویسے تم آنے میں کسی طرح کا تکلف نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بُرا مانوں گی،
طفیل ۔ جی نہیں مجھے بالکل تکلّف نہیں ہے اگر کسی طرح کا خیال ہی ہوتا تو کیوں حاضر ہوتا،
عزیز کی ماں ۔ ہاں بیٹا مجھے تم سے یہی امید ہے،
طفیل ۔ ہاں چچی یہ تو بتاؤ کہ تم نے محمود مقصود کے بارے میں جو مجھ سے پہلے تذکرہ کیا تھا کیا ہوا میں نے سنا ہے کہ مقصود نے اپنی شادی باہر کرلی ہے،
عزیز کی ماں ۔ ہاں بیٹا مقصود نے اپنی شادی کرلی اور اس لڑکی کی شادی حبیب اللہ خاں کے ساتھ ہوگئی، میاں محمود نے مشتری کے ساتھ شادی کرنیسے انکار کردیا اور کہدیا کہ مجھے اسکے چال چلن میں شک ہے، میں نے جب ان دونوں کی یہ حالت دیکھی تو اس گفتگو کو قطع کردیا،
طفیل ۔ محمود نے ایسا کیا دیکھا جو انکار کردیا،
عزیز ہاں کچھ تو بُرائی ہوگی ورنہ ایسی لڑکی چراغ لیکر بھی ڈھونڈ ہینگے تو بھی نہ ملیگی،
راوی ابتو میاں طفیل کی باچھیں کھل گئیں کہ اب کیا پرواہ ہے چلو مار لیا ہے تیر،
طفیل ۔ اگر لڑکی ایسی ہی ہے جیسی کہ آپ فرماتی ہیں تو عزیز یا احمد کی فکر کیوں نہیں کر دیتیں،
عزیز کی ماں ۔ احمد کے لیے ایک جگہ میں نے اور سوچی ہے ۔ اور رہا عزیز وہ بھی اپنی خوشی سے جہاں چاہے گا کریگا، جب دو بڑے لڑکوں نے میرا کہنا نہ مانا تو میاں عزیز سے کیا امید ہے اگر میں نے کوئی بات بھی تجویز کی اور یہ بھی اُن دونوں کی طرح انکاری ہوگیا تو پھر میری کیا بات رہے گی،

طفیل۔ نہیں آپ فکر کیجیے، میں اسکا ذمہ دار ہوں، وہ آپ کے حکم سے سر مو انحراف نہ کریگا،

عزیز کی ماں۔ خیر دیکھا جائیگا۔ میں سوچوں گی،

طفیل۔ جب گھر دیکھا ہوا، لڑکی دیکھی ہوئی، آپسمیں پہلے قرابت ہے، تو پھر سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہی، میری تو دلی خوشی یہ ہی کہ اس رخصت ہی میں عزیز کی شادی ہو جاتی ورنہ آیندہ کیا معلوم مجکو رخصت ملی یا نہ ملی،

عزیز کی ماں۔ ہاں ہاں بیٹا یہ تو سب ٹھیک ہی لیکن نہ معلوم وہ لوگ منظور کریں یا نہ کریں کیونکہ دو پیغام ہمارے ہاں سے رد ہو چکے ہیں، اور مشتری کو تو میاں محمود نے الزام لگا دیا ہے خدا ہی ہی جو وہ منظور کریں، خیر میں تمہارے اصرار سے بسم اللہ کو میرٹھ روانہ کرونگی، دیکھیے وہاں سے کیا جواب ملتا ہے،

طفیل۔ آپ بسم اللہ کر کے روانہ تو کریں یقین ہی کہ آپکے اس پیغام سے اُنکی شرمندگی بھی جاتی رہیگی، اور غالباً وہ منظور بھی کریں گے، خدا کرے وہ منظور کریں،

غرضیکہ طفیل نے عزیز کی ماں کو کہہ سُنکر رضامند کر لیا اور اُنھوں نے پختہ وعدہ کر لیا کہ وہ اس کی بابت کوشش کر کے کوئی بات پختہ مقرر کریں گی،

نواں باب

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

ناظرین کو معلوم ہی کہ مشتری اور امتیاز ن دونوں عزیز پر مثل پروانہ جان دیتی تھیں لیکن عزیز مشتری پر ہزار جان سے مرتا تھا، تو پھر بھلا امتیاز ن کب چین سے بیٹھتی کیونکہ رقابت رنگ لائے بغیر نہیں رہتی، اب اس کے ہات یہ موقع لگ گیا ہی کہ مشتری کی شادی عزیز سے

نہ ہونے دے، اور اسلیے اسنے اپنے خاوند حبیب اللہ خاں سے عزیز اور مشتری کا کُل کچا چٹھا کہدیا ہی کہ گو مشتری ابھی تک باعصمت ہے مگر اُس کی طبیعت پر عزیز کا رنگ چڑھا ہوا ہی۔ آپس میں وعدہ ہو چکا ہی کہ ایک دوسرے سے ضرور نکاح کرینگے، ہاں اگر اس درمیان میں ہم دونوں میں سے کوئی نہ رہے تو دوسری کو اختیار ہی جو چاہے کرے مگر تا حیات دونوں سے کوئی دوسرے سے نکاح نہ کریگا،

حبیب اللہ خاں۔ ایک اکھڑ جوان جاہل اُجڈ پٹھان بھلا ان کو ان باتوں کی تاب کہاں، جھٹ بول اُٹھے کہ مشتری کا عزیز سے ہرگز نکاح نہو گا بلکہ جہانتک ممکن ہو گا میں اُسے اپنے بھائی رحمت اللہ کی منکوحہ بناؤنگا، بھلا دیکھیں تو میاں عزیز کس طرح بیاہ لے جاتے ہیں، امتیازن کی تو دلی منشا ہی یہ تھی کہ کوئی ایسا پہلو نکلے کہ ان دونوں کا وصال نہو، اب اسکو تقویت ہوگئی کہ میاں عزیز اور مشتری کبھی باہم یکجا جمع نہیں ہو سکتے،

عزیز کی ماں کا بھی پیغام پہنچا مگر اب کیا ہو سکتا تھا، مشتری تو خوش ہوئی مگر میاں حبیب اللہ خاں نے وہ وہ باتیں سُنائیں کہ بیچارے عزیز اور مشتری کی کشت امید پر پانی پھر گیا، مشاطہ واپس کردی گئی اور کہدیا گیا کہ آیندہ ہرگز اس کام کے لیے نہ آئے ورنہ بُری طرح نکالی جائیگی،

تخلیہ میں حبیب اللہ خاں نے امتیازن سے پوچھا کہ عزیز کا تو کانٹا نکل گیا اب اُسکے والدین کو کسی طرح اس بات کی جرائت نہو گی کہ مشتری کا کوئی ذکر مذکور درمیان میں لائیں، اب کہو تمہاری کیا رائے ہی،

امتیازن۔ ہاں ٹھیک ہے مگر مشتری سے بھی دریافت کرلیا جائے تو بہتر ہو گا،

حبیب اللہ خاں۔ اُس سے دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہی وہ ایسی نادان نہیں ہے، اُسے معلوم ہی کہ اب عزیز تو ہمیشہ کے لیے دفع ہو گیا، نکاح ہو گا تو کسی دوسرے ہی کے ساتھ ہو گا، پھر زید ہو یا بکر کوئی ہو،

امتیازن ۔ بات توٹھیک ہے ۔ مگر جب وہ پسند بھی کرے، بفرض محال اگر اسوقت دریافت نکیا گیا اور وقت پر اُسنے کوئی فتور ڈالدیا تو کیا ہوگا، خدانخواستہ اگر کوئی دوسری بات ہوگئی تو موںھ دکھانے کو جگہ نہ رہے گی،

حبیب اللہ خاں ۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کی کیسی پسند، پسند تو ہماری سب کی ہی، اُس کی پسند تو عزیز ہے پھر اُسکے ہی ساتھ نکاح کیوں نہ کردیا جائے تاکہ کوئی خطرہ باقی نہ رہے،

امتیازن ۔ کام تو اُن ہی دونوں سے پڑیگا ہم سب تو الگ ہوجائینگے، آخر اُس کی مرضی دریافت کرلینے میں کیا ہرج ہے،

حبیب اللہ خاں ۔ توکیا رحمت اللہ میں کچھ عیب ہے، بدشکل اور بدصورت ہی، یا ناکارہ ہے،

امتیازن ۔ میں بُرا بھلا تو جانتی نہیں لیکن یہ ضرور کہونگی کہ ہمیں اس کی رائے لینی ضروری ہی،

حبیب اللہ خاں ۔ اچھا تو تم مشتری کا باتوں باتوں میں عندیہ لینا،

امتیازن ۔ ہاں یہ تو ممکن ہی، مگر دیکھنا میں ایک بات کہے دیتی ہوں کہ اگر اُس کی مرضی نہو تو تم اس میں زیادہ زور نہ دینا،

حبیب اللہ خاں ۔ اونھ، مرضی نامرضی سب چلی ہی جاتی ہی جہاں میاں بیوی دونوں ایک جگہ ہوئے پھر کوئی بات باقی نہیں رہتی،

امتیازن ۔ ہاں ہاں یہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر یہ خیال رہے کہ مشتری ضدن ہمیشہ کی ہے اگر وہ انکار کردے تو پھر بالکل سر نہ ہونا ورنہ وہ ضرور کوئی رنگ لائے گی ۔

امتیازن یہ کہکر خاموش ہوئی تھی اور حبیب اللہ کچھ کہنے ہی کو تھا کہ شیر علی انکے کمرے میں داخل ہوئے جس کی وجہ سے یہ ذکر تھوڑی دیر کے لیے جاتا رہا، لیکن امتیازن کے اشارہ سے حبیب اللہ خاں نے کہا ۔

حبیب اللہ خاں۔ کیوں بھائی صاحب آپنے اُس بات پر غور کیا،
شبیر علی۔ ہاں ہاں دیکھا جائیگا،
امتیاز زن۔ بھائی جان اس میں مشتری کی بھی رائے لے لیجائے تو بہتر ہوگا،
حبیب اللہ خاں۔ مشتری لڑکی ذات ہوکر کیا دخل دیگی۔ اس سے پوچھنا ہی کیا، کیا ہم سب اسکے دشمن ہیں، یا کسی غیر جگہ کرتے ہیں،
شبیر علی۔ ہاں ٹھیک تو ہے۔ مگر امتیاز زن تم اس بات میں کیوں زیادہ زور دیتی ہو،
حبیب اللہ خاں۔ اس لیے کہ وہ ان کی چھوٹی بہن ہے،
شبیر علی۔ تو کیا ہماری چھوٹی بہن نہیں ہے،
حبیب اللہ۔ وہ ان کو زیادہ عزیز ہے،
شبیر علی۔ اور ہم اُسکے دشمن ہیں۔
امتیاز زن۔ بھائی جان آپ کی مرضی نہیں ہے تو جانے دیجیے، میں نے تو ایک معمولی بات کہدی تھی، اور اُس میں کچھ حرج بھی نہ تھا،
شبیر علی۔ اچھا تو پھر اُس سے تذکرہ کون کریگا۔ لڑکی ذات سے پوچھنا بھی تو شرم کی بات ہے،
حبیب اللہ۔ اور دریافت کی ضرورت ہی کیا ہے،
امتیاز زن۔ پوچھنے کی تو نہ کہیے، انسان چاہے تو ہر طرح عندیہ لے سکتا ہے،
شبیر علی۔ اچھا تو تم دریافت کرو،
امتیاز زن۔ نہ میں دریافت کروں نہ آپ، اُن کی ہجولی اصغری خانم وہ جاتی ہیں انکو بُلا کر کہو وہ دریافت کرلینگی۔
شبیر علی۔ ہاں ٹھیک ہے یہ کام اصغری خانم سے خوب نکلے گا۔ بھئی خوب سوچی۔

شبیر علی نے اصغری کو آواز دی اور جب وہ آگئی تو اُس سے کہا کہ حبیب اللہ خاں کے بھائی کے ساتھ مشتری کے نکاح کرنے کا ارادہ ہی، تم اس سے ذکر کرکے اسکا عندیہ لینا، پہلے تو اُسنے انکار کیا لیکن جب ان لوگوں نے بہت مجبور کیا تو وہ یہ کہکر کہ سوچکر جواب دونگی، چلی گئی،

دسواں باب

صبح ہوئی دیر ہوئی کاروباری لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہیں، مگر مشتری ہنوز بستر پر پڑی کروٹیں بدل رہی ہی، یہ اسی طرح لیٹی ہوئی تھی کہ اس کی ہمجولی اصغری آئی اور اُسکے پاس بیٹھکر کہا

اصغری۔ مشتری اُٹھو، تم پڑے پڑے اپنے آپ کو اور بھی گھلائے دیتی ہو،

مشتری۔ بہن کیا کہوں دل بیٹھا جاتا ہی اور کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔ بس یہی جی چاہتا ہی کہ مونھ لپیٹے پڑی رہوں،

اصغری۔ آخر اس سے فائدہ یہ بھی کوئی بات ہے انسان کو چاہیے کہ اگر کوئی فکر ہو تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرے نہ کہ اپاہجوں کی طرح بے بس ہوکر بیٹھ رہے،

مشتری نے اسکا جواب کچھ نہ دیا جس سے صغری بھی کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئی، اور کچھ سوچکر کہا

اصغری۔ میں نے سُنا ہی کہ تمہارے بھائی جان شاہجہاں پور جانے والے ہیں،

مشتری۔ ہاں اُن کی رخصت تو ختم ہونے کے قریب ہے،

اصغری۔ میاں عزیز کا بھی کوئی خط آیا۔

مشتری۔ مجھے کیا معلوم، بھائی جان کے پاس آیا ہوگا،

اصغری۔ نوج کوئی ان مردوں کا اعتبار کرے، یہ بڑی بیمروت ذات ہے انکے قول و فعل کا کچھ بھی اعتبار نہیں،

بھائی جان نے آواز دی، میں گئی تو مجھ سے کہا کہ ہم رحمت اللہ کے ساتھ مشتری کی شادی کرنے کو ہیں، تم اُس کی رائے تو لو، دیکھا ان کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے، کہاں رحمت اللہ اور کہاں تم، بیکار، بے روزگار، صورت نہ شکل بہاڑ سے نکل، دل میں تو آیا کہ ٹکا سا جواب دیدوں اور ایسی صاف صاف سُناؤں کہ وہ بھی یاد کریں لیکن مصلحت وقت دیکھکر اُن کی ہاں میں ہاں ملاتی رہی،

مشتری۔ ہاں بُوا امتیاز ن کا خدا بھلا کرے یہ سب بس اسی کے بوئے ہوئے ہیں وہ یہ چاہتی ہے کہ میں بھی ان کی طرح محروم رہوں، بوا میں سچ کہتی ہوں کہ سوائے عزیز کے اور کسی کو اپنا موںھ نہ دکھاؤں گی، اور اگر ان لوگوں نے زیادہ زور دیا تو سوائے اسکے کہ شادی میری موت ہو اور کوئی نتیجہ نہ نکلے گا، شعر

باد صبا نے خاک اُڑائی تو کیا ہوا   جائیگی یہ وہیں مری مٹی جہاں کی ہے

گیارھواں باب

تجکو رسوا کریگی خوب اے دل
یہ تری اضطراب کی باتیں

رات کا آخری حصہ ہے، سپیدۂ سحر نمودار ہوا چاہتا ہے، ماہتاب بڑی حسرت سے دنیا دی چیزوں کو دیکھ رہا ہے، اور اب وہ وقت قریب آتا جاتا ہے کہ سورج کے نکلتے ہی اسکی روشنی غائب ہو جائے، ستارے بھی شمع سحری کی طرح جھلملا رہے ہیں، عشاق ہجر اتفاق جو رات بھر کروٹیں بدلتے بدلتے تھک گئے تھے کسی قدر غافل ہو گئے ہیں، ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔

ہمارا ہجراں نصیب دوست عزیز بھی گہری نیند کے مزے لے رہا ہی اور اُسے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں ہی، سوتے سوتے یکایک اسنے ایک چیخ ماری اور گھبرا کر اُٹھ بیٹھا، اور متوحش نگاہوں سے ادہر اُدہر دیکھنے لگا، بڑی خیریت ہوئی کہ اسکے قریب کوئی نہ تھا ورنہ سب گھبرا جاتے اور راز فاش ہو جاتا، تھوڑی دیر بعد خدا خدا کرکے دماغ صحیح ہوا اور وہ پلنگ پر سنبھلکر بیٹھ گیا اور آپ ہی آپ بربرانے لگا،

لاحول ولا قوۃ کیسا پریشان خواب دیکھا ہی جسکا سر نہ پیر کچھ سمجھ میں نہیں آتا (آسمان کی طرف دیکھکر) ابھی تو رات باقی ہی تارے موجود ہیں، سو رہوں، لیٹ گیا، اور پھر گھبرا کر اُٹھ بیٹھا استغفر اللہ نیند اچاٹ ہوگئی، خدا خیر کرے، رہ رہکر اسی خواب کا خیال آتا ہی، وہی سماں نظروں میں کھنچا ہوا ہی، اب تو صبح معلوم ہوتی ہی (صحن میں نکلکر)، ہاں ٹھیک صبح ہوگئی، مگر یہاں تو ابھی سب سو رہے ہیں، کسکو جگاؤں،

اتنے میں اس کی والدہ جاگ اُٹھی اور اسکو صحن میں پریشان کھڑے ہوئے دیکھکر پوچھا،

والدہ - کیوں خیر تو ہے تم صحن میں کیوں کھڑے ہو،

عزیز - کچھ نہیں آنکھ کھل گئی تھی، پھر نیند نہ آئی اُٹھ بیٹھا اور صبح بھی ہوگئی،

والدہ - لڑکے ابھی بالکل سویرا نہیں ہی جاکر تھوڑی دیر اور لیٹ رہ،

عزیز - اب نیند نہیں آئیگی، یہ کہہ اور مونھ ہات دہو باہر چلا آیا، باہر آکر سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اور کسکے گھر جانا چاہیے، خدا جانے کیا خیال آیا کہ یہ سیدہا صدیق احمد کے مکان پر چلدیا، صدیق احمد مکان پر نہ ملا تو طفیل کے ہاں پہنچا، طفیل سو کر اُٹھا ہی تھا کہ عزیز نے آواز دی، وہ اسوقت عزیز کی آواز سُنکر گھبرا گیا اور فوراً باہر نکل آیا۔ اور عزیز کو پریشان دیکھکر کہا

بارہواں باب

مرنے کو بھی لوگ کہتے ہیں وصال
یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہیں ہم

مشتری اور اصغری کمرے میں خاموش بیٹھی ہیں ابھی انکے سکوت کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ اصغری گھبرا کر بول اُٹھی،

اصغری۔ کیوں بہن مشتری اب کیا ہوگا،

مشتری۔ وہی جو قسمت میں لکھا ہے،

اصغری۔ میں نے تو بہت ٹالنا چاہا مگر حبیب اللہ خاں کے اصرار سے تمہارے بھائی نے مجکو کچھ ایسا مجبور کیا کہ اقرار کرتے ہی بنا،

مشتری۔ میں تم کو الزام نہیں دیتی، تم پرائے بس میں ہو، مجبور ہو، نوشتۂ قسمت کو کوئی مٹا نہیں سکتا، تم بیچاری کیا کرو یہ سب میری تقدیر کے کھیل ہیں اب وہ وقت قریب ہے کہ میں ان جھگڑوں سے ہمیشہ کے لیے نجات پاؤں،

اصغری۔ بی بی بہن کہیں ایسا نہ کر بیٹھنا، نوج ایسی گھڑی نہ آے، دیکھو صبر سے کام لو کسی کام میں جلدی اچھی نہیں ہوتی،

مشتری۔ اب اور کونسا وقت آئیگا جسکا انتظار کیا جائے،

اصغری۔ دیکھو میں پھر تمہارے بھائی سے کہونگی،

مشتری۔ بار بار کہنا فضول ہے اُن کی عادت ہے کہ جتنا سمجھاؤ اُتنی ہی وہ ضد کرتے ہیں،

اصغری۔ نہیں میں ایسے نہ کہونگی کہ اُنکے مزاج کے خلاف ہو کر ضد ہونے کا موقع ہو،

طفیل۔ کیوں عزیز خیر تو ہی اتنے سویرے کیسے آئے کیا رات کو نیند نہیں آئی،
عزیز۔ نیند تو آئی تھی مگر آنکھ کھل گئی اگر آپکے آرام میں خلل ہوا ہو تو معاف کرنا، میں جاتا ہوں،
طفیل۔ کیا خوب، سبحان اللہ، یا وحشت، دماغ میں کچھ خلل معلوم ہوتا ہے، میاں ایسی بھی کیا وحشت،
عزیز۔ خلل کی ایک ہی کہی یہاں دماغ میں وہ سودا سمایا ہی کہ اُس میں خلل آ ہی نہیں سکتا،
طفیل۔ اچھا تو پھر اس قدر پریشان کیوں ہو،
عزیز۔ اصل بات یہ ہی کہ میں نے ایک خواب دیکھا جس کی وجہ سے گھبراکر اُٹھ بیٹھا۔ بس اسی وقت سے طبیعت پریشان ہے،
طفیل۔ ذرا مفصل بیان کرو۔ وہ خواب کیا ہے،
عزیز۔ خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے ایک خوبصورت جانور پالا ہی، اور وہ مجکو بہت عزیز ہوگیا ہی۔ میں اسکو حسب معمول دانہ چگا رہا تھا کہ ایک شکرا اُسپر گرا اور اسکو اُٹھا لیگیا اور میں دیکھتا رہگیا، اُدہر سے ایک شکاری آتا تھا اُس نے ایک تیر لگایا شکرا تو بچ گیا مگر تیر اُس جانور کے دوسار ہوگیا اور وہ پھڑ پھڑاتا ہوا میری گود میں گرا اور جاں بحق تسلیم ہوا، میں گھبراکر اُٹھ بیٹھا اور سیدہے تمہارے پاس چلا آیا،
طفیل۔ اس میں گھبرانے کی کونسی بات ہے خواب کی باتیں خیال ہوتی ہیں انسان کو ان پر اعتبار نہ کرنا چاہیے،
عزیز۔ تمہیں حواس وخیال کی باتیں سوجھتی ہیں میرا دل بیٹھا جاتا ہے،
طفیل۔ اچھا چلو صبح کا وقت ہے سیر کر آئیں طبیعت بہل جائے گی۔

مشتری۔ بس طول دینا بیکار ہی، ایک نہ ایک دن یہی ہونا ہی، یہاں نہیں اور کہیں سہی پھر آج ہی کیوں نہ فیصلہ کر لیا جائے،

اصغری فیصلہ! فیصلہ کس بات کا کیا تم خود اُن سے گفتگو کر کے طے کر دو گی۔

مشتری۔ نہیں میں اُن سے کیا کہونگی میں اپنا فیصلہ آپ کر لوں گی، خیال کرنے کی بات ہے کہ جیتے جی آگ میں جھونکے دیتے ہیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہی،

اور غضب تو یہ ہی کہ جس کی شادی ہو، کہا جاتا ہی کہ اُس سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہی، خوب، خدا غارت کرے ہندوستان کی ایسی رسموں کو کہ جن میں محض اپنی بات رکھنے کو تمام عمر کے لیے اولاد کی گردن مارتے ہیں، اور جب آخر میں میاں بیوی میں نباہ نہیں ہوتا تو کہتے ہیں کہ لڑکی نالایق ہی، ساس سے دیکھا نہیں جاتا بہو لڑاکا ہے مگر اپنے کرتوتوں کو کوئی نہیں دیکھتا،

اصغری۔ تم تو لیکچر دینے لگیں، تمہارے بھائی جان بیٹھے ہوئے ہیں اور جواب کے منتظر ہیں،

مشتری۔ بھلا میں کیا جواب دوں، جو کچھ میں نے تم سے کہا ہی بس یہی جا کر کہدو،

اصغری۔ ابھی صاف جواب دینا مناسب نہیں،

مشتری۔ اب صاف اور غیر صاف میں دہرا کیا ہے فضول کی طوالت جبث ہی اُن کو مخمسہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہی،

اصغری۔ تو کہدوں کہ منظور نہیں،

مشتری۔ ضرور

اصغری۔ تو جاؤں،

مشتری۔ خدا حافظ،

اصغری کے جاتے ہی مشتری کمرہ بند کر پلنگ پر جا بیٹھی۔ لیٹنے کو تو لیٹ گئی مگر دل ٹھکانے نہیں مختلف قسم کے خیالات اسکے دل و دماغ میں چکر لگا رہے ہیں اسکی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔ آخر اس نے سوچا کہ عزیز کو خفیہ طور سے بلائے اور جب وہ آجائے تو اُسکے ہمراہ کسی طرف کو چلدے لیکن اس کے غیور دل نے اس ذلیل بات کو قبول نہ کیا۔ پھر سوچنے لگی کہ آخر کیا کرنا چاہیے۔ وہ انہی خیالات میں اُلجھی ہوئی کبھی لیٹ جاتی کبھی اُٹھ بیٹھتی۔ کبھی کمرے میں ٹہلنے لگتی، طرح طرح کے خیالات اسکے دماغ میں دورہ کر رہے تھے، غرضکہ اسی اُدھیڑ بُن میں اُسے رات کے بارہ ۱۲ بج گئے، یکایک اُسکے دل میں نہ معلوم کیا خیال پیدا ہوا کہ اُس نے آہستہ سے کمرے کے کواڑ کھولے، اور دبے پاؤں اُس کمرے کے پاس جس میں اس کی بہن وغیرہ سوئی ہوئی تھیں آئی اور کواڑوں کے پاس کھڑے ہو کر اندر کے حالات معلوم کرنا چاہے۔ مگر یہاں سب سو رہے تھے سوائے خراٹوں کے اور کچھ نہ سنائی دیا۔

ادہر سے جب اطمینان کر لیا تو پھر یہ اپنے کمرے میں آئی اور کواڑ بند کر کے لیمپ کے پاس آکر بیٹھی اور بکس میں سے چٹھی کا کاغذ نکال خط لکھ لفافہ میں بند کیا اور باہر دروازہ میں گئی جہاں کلوا ملازم سویا ہوا تھا اسکو آہستہ سے اُٹھایا اور ایک روپیہ اور لفافہ دیکر اُس سے کہا کہ اس لفافہ کو ابھی محلہ کے لٹر بکس میں ڈال آ، لیکن کسی کو خبر نہو۔ بھلا اسکو کیا عذر تھا خط اور روپیہ لے اور بہت خوب کہتا ہوا چلدیا۔ جب تک کلوا خط ڈالکر واپس نہ آیا یہ دروازہ میں کھڑی رہی جب وہ آگیا تو اپنے کمرے میں آئی اور اندر سے دروازہ بہت مضبوطی سے بند کر پھر بکس کھولا اور خدا جانے اُس میں سے کیا چیز نکال کر لیمپ کے پاس لیگئی اور اسکو لیے ہوئے پلنگ پر آبیٹھی۔ اسوقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ایک پتھر کی مورت بنا کر بٹھا دی ہے۔

ناظرین۔ یہ عشق کا جن جسکے سر پر سوار ہوتا ہے کمبخت بغیر جان لیے نہیں اُترتا۔ شیریں اور فرہاد کی جان اسی نے لی، لیلی اور مجنوں کی زندگی کو اسنے ہی تلخ کیا۔ اسکا مارا پانی نہیں مانگتا، اس کی

ابتدا کچھ ایسی دلفریب ہوتی ہی جس کی طرف انسان بغیر انجام کا خیال کیے دوڑتا ہی جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سیکڑوں حسرتیں ہزاروں تمنائیں لاکھوں ارمان لیے ہوئے اس دار فانی سے گزر جاتا ہی، غرضکہ عشق کا انجام موت ہے۔ وہ دیکھیے اُس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور گلاس میں پانی لیا اور یہ شعر پڑہا،

مرنے کو بھی لوگ کہتے ہیں وصال   یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہیں ہم

اور اُس چیز کو پانی کے گھونٹ سے نگل گئی۔

آہ ابھی دس منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ سر چکرایا۔ ہات پیر سن سنائے اور پلنگ پر گر پڑی، اُف اسوقت وہ عجب بیکسی کی حالت میں ایڑیاں رگڑ رہی ہی اور بڑی حسرت سے در و دیوار کی طرف دیکھ رہی ہے، ناظرین ہمارا قلم خون کے آنسو رو رہا ہی اور اب ہم میں اور ہمارے قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ اُسکے عالم نزع کی تصویر اُتار کر آپ کے سامنے پیش کریں بس تھوڑی ہی دیر میں ہات پیر مار کر ملک عدم کا راستہ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تیرہواں باب

ابھی تیور کڑے کیوں ہیں ابھی کیوں تیغ کیں نکلی
کوئی ارماں نہیں نکلا کوئی حسرت نہیں نکلی

عزیز معہ طفیل پھر پھرا کر ٹھیک گیارہ بجے مکان پہنچا، عزیز مکان میں چلا گیا اور چند منٹ میں ایک خط لیے ہوئے خوش خوش واپس آیا۔ طفیل نے پوچھا، کس کا خط ہی۔ عزیز نے وہ خط طفیل کی طرف بڑہا دیا، جسکو دیکھکر طفیل نے کہا

طفیل۔ کب آیا،

عزیز۔ والدہ کتنی بیں کہ برسوں کا آیا ہوا ہے وہ الماری میں کھ کر بھول گئی تھیں،

طفیل۔ اچھا تو اسکا جواب اسی وقت لکھدو۔

عزیز۔ میں خود جاؤں گا۔

طفیل۔ تم بھی عجب آدمی ہو۔ بھلا وہاں جاکر کیا کروگے۔ خط لکھدو۔

عزیز۔ بہتر۔

طفیل۔ تو قلم دوات لاؤ اور ابھی جواب لکھدو۔

عزیز اندر گیا اور دوات قلم لے آیا۔

ابھی خط شروع نہیں کیا تھا کہ چٹھی رساں نے ایک خط دیا۔ جسکو عزیز نے فوراً کھولا اور پڑھنے لگا۔ ابھی اس نے اچھی طرح پڑھا بھی نہو گا کہ اسکے مونھ سے ایک چیخ اور چیخ کے ساتھ ہی جز نکل گئی شکل زرد ہی نکلا اور دھم سے زمین پر گر کر بیہوش ہوگیا۔ طفیل گھبرا گیا اور جلدی سے عزیز کو چارپائی پر لٹایا اور سرسری نظر سے خط کو دیکھا۔

خط

ما نقد عمر صرف رہ یار کردہ ایم   کاریکہ کردہ ایم ہمیں کار کردہ ایم

پیارے عزیز۔ مایوسی مجکو گھیرے ہوئے ہے۔ مجکو تم سے ملنے کی امید قطع ہو چکی ہے اور یہ آخری خط ہے جو میں تم کو لکھ رہی ہوں۔ اتنا وقت نہیں ہے جو میں تم کو مفصل حال لکھوں۔ اگر پوری کیفیت معلوم کرنا ہو تو اصغری خانم سے دریافت کرلینا۔ تمہارا کبھی اس طرف کو آنا ہو تو میری قبر پر فاتحہ پڑھ لینا اور ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کرنا۔ تم میرے لیے آنسو نہ بہانا اور اپنا دل کسی اور طرف لگا لینا۔ اچھا خدا حافظ

تم پر قربان ہونے والی   تمہاری مشتری

خط دیکھکر طفیل بھی حیرت میں آگیا لیکن فوراً ہی سنبھل گیا اور عزیز کو ہوش میں لانے کی فکر کرنے لگا، بارے خدا خدا کرکے دو تین گھنٹے میں ہوش آیا۔ اس عرصہ میں تمام احباب بھی جمع ہوگئے اور ان کو بھی اس خبر نے کہ حسن کی دیوی اور عصمت کے ناشگفتہ پھول مشتری کو باد قضا کے گرم گرم طماچوں نے مرجھا دیا بیحد رنج دیا تھا لیکن مصلحت وقت یہی تھا کہ عزیز کی تسلی و تشفی کریں، کہنے لگے۔

عزیز! موت ایک ناگزیر امر ہے اور کل نفس ذائقۃ الموت ابتدائے خلق سے درپیش آتی رہی ہے اور تا قیامت آتی رہیگی، دیکھو مرد عورت، بچہ جوان، بوڑھا انسان حیوان، چرند پرند کسی کو موت کے زبردست چنگل سے رہائی نہیں، تمہارا یہ رونا دھونا فضول ہے کیونکہ۔

رفت آنکہ رفت آمد آں کہ آمد ۔ بود انچہ بود، خیرہ چہ غم داری

جو گیا، گیا۔ جو آیا، آیا، ۔ جو ہونا تھا، ہوا، فضول کیوں غم کرتے ہو

ستی مکن، کہ نشنود او ستی ۔ زاری مکن، کہ نشنود او زاری

جوش ظاہر نہ کرو، وہ جوش کا خیال نہیں کرتا ۔ فریاد نہ کرو، وہ فریاد نہیں سُنتا۔

شو تا قیامت زاری کن ۔ کے رفت را بہ زاری باز آری

اچھا جاو قیامت تک روتے رہو۔ ۔ لیکن جو شخص چلا گیا وہ رونے سے واپس آسکتا ہے

غرضکہ دوست احباب ہر چند تسلی و تشفی کرتے تھے مگر اُنکے تسکین بخش فقرات ہمارے بدنصیب ہیرو کے دل کے ساتھ بھڑکتی ہوئی آگ میں تیل کا کام کر رہے تھے، اُس کی آنکھوں سے اشکوں کی مسلسل لڑیاں جاری ہیں، لعنی انکا تار نامنقطع ہونے والے سلسلہ کی طرح یوں ہی جاری رہنے کا عہد کرچکا ہے۔ دوست احباب تو اسکو اپنی دانست میں خوب سمجھا بجھا کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے اور یہ بستر غم پر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا اور یہ غزل پڑھنے لگا۔

کھو دی خزاں نے رونق گلزار ہائے ہائے ۔ پژمردہ ہوگئے گل رخسار ہائے ہائے

پھرتی نہ تھی جو پردہ نشیں گھر میں بحجاب — نعش اُس کی جائے ہی سر بازار ہائے ہائے

سر دفتادہ قیامت محشر خرام ہے — کیا ہو گئی وہ شوخی رفتار ہائے ہائے

ہمخواب مہ جبیں کے مری آنکھ مُند گئی — کیا سو گئے ہیں طالع بیدار ہائے ہائے

ہی کچھ خبر بھی گھر مرا ویران ہو گیا — سر پھوڑ دا اپنا اے در و دیوار ہائے ہائے

اب پوچھے مجھ سے عاشق بیکس کی بات کون — اُس میں نہیں ہی طاقت گفتار ہائے ہائے

روتا ہوں جان کو ملک الموت کی ذرا — کہہ میرے ساتھ تو بھی تو غمخوار ہائے ہائے

اے چرخ بارکش تجھے پاس وفا نہیں — میں اور رنج محنت و آزار ہائے ہائے

اُس مہروش کی مرگ نے خفاش کر دیا — ہی اضطراب مانع دیدار ہائے ہائے

یہ نیمجاں بھی کاش اجل کی پسند ہو

شیون کا غلغلہ مرے گھر سے بلند ہو

ابھی تک اُس کی آنکھوں سے اشکوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا ہی اور وہ بار بار کہتا ہے۔ ہائے جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی، کبھی مشتری کو اپنی طرف مخاطب کرکے کہتا ہی، پیاری دلربا! کیا وہ تیری میٹھی میٹھی باتیں اب کبھی سُن سکتا ہوں؛ آہ ہرگز نہیں. آہ وہ نشیلی نشیلی آنکھیں؛ آہ وہ ترچھی ترچھی چتون اور بانکی بانکی ادائیں اب کبھی دیکھ سکتا ہوں؛ افسوس ہرگز نہیں؛ کیونکہ پیاری مشتری کو جسکے مہتاب سے چہرہ کو گرد ملال نے کبھی چھو جانے کی بھی جُرأت نہ کی تھی اسکو اس ظالم فلک نے خاک میں ملا دیا، اے ظالم فلک تو بڑا ہی بیرحم ہی تو نے کروڑوں جانیں بلا موت ماریں اور کبھی افسوس نہ کیا، تو کبھی کسی کو خوش نہیں دیکھ سکا. تجکو کبھی کسی کا وصل نہیں بھایا۔ آہ ہر شخص ترے ظلم سے نالاں ہے۔

ہائے یہ تو حدیث شریف ہی اللہ جمیل و یحب الجمال پھر اے موت کے فرشتے تجکو کیوں ایسی حوروش کی روح قبض کرتے ترس نہ آیا،

جاؤ جاؤ اے دنیا کی دلچسپ آرزؤ جاؤ کیونکہ اب عزیز کے کام کی تم نہ رہیں۔

جاؤ جاؤ اے تمنا جاؤ اپنا ٹھکانا ڈھونڈو کیونکہ تمہاری بادی حسرت و یاس کے سفاک ہاتھوں سے ہوگئی۔

آؤ اے حسرت و یاس آؤ کیونکہ تمہاری فتح اور میری شکست ہوئی۔

میری پیاری وفادار مشتری! درحقیقت تم خلاف اور حسینوں کے بری وفادار اور صادق القول نکلیں تم نے کبھی مجھ سے بیوفائی نہیں کی تھی، پھر کیوں اپنے عاشق تفتہ جاں کو ساتھ نہ لیا،

اے کمبخت عزیز

وہ نہیں اے آہ تو سارا زمانہ ہیچ ہے پھونک دے سب کو زمین ہو آسمان ہو کوئی ہو

میری پیاری دلربا! تم ضرور تنہائی میں گھبراتی ہوگی لیکن نہیں تم کو گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ تمہارا سچا عاشق تمہارے قدم بقدم ساتھ رہنے کو بہت جلد آتا ہی اسکو ایک منٹ تمہارے بغیر قرار نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں میں بغیر تمہارے دنیا تیرہ و تار ہے۔

اے موت کے فرشتو آؤ میں اپنی جان دینے اور اپنی دلربا کے پاس جانے کو تیار ہوں آؤ اور جلد آؤ، دیر نہ کرو۔ میری پیاری مشتری یاد کرتی ہے آہ وہ دیکھو ...... اتنا کہکر بیہوش ہوگیا۔

دوسرے دن ایک خط شیر علی کا عزیز کی والدہ کے نام آیا (جو کہ کمبخت چٹھی رساں نے عزیز کو دیدیا) اُس میں لکھا تھا کہ مشتری اس جہان فانی سے چل بسی۔

آہ پیارے ناظرین ہم اب عزیز کی حالت جانگداز کے لکھنے سے قاصر ہیں کیونکہ قلم کا سینہ شق اور چشم دوات سے اشک جاری ہیں۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ اس خط نے عزیز کے ساتھ وہی کیا جو خار دامن کے ساتھ کرتا ہی ہوا شمع کے ساتھ غرض کہ اُسنے بھی فراق یار میں مثل ماہی بے آب پھڑپ کر جان دیدی۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

تمت

تقاریظ

تقریظ از بلبل خوش الحان حدیقہ معانی طوطی شیرین مقال بوستان سخندانی دبیر سحر تحریر منشی عطارد نظیر منشی احمد اللہ خان صاحب محرر دفتر امین تقسیم کلکٹری آرے

متاع جادہ سانی میں اک نادر چیز معصر سحر نگاری کا عزیز حسن بیانی کا مشتری، تسخیر قلوب میں سلیمانی انگشتری افسون دلبری میں طلسم خانہ انداز دلربائی میں ادائے معشوقانہ طرز دلکشی میں نگاہ سحر کار ادائی لستانی میں غمزہ ہائے نگار شوخی کنایات میں اشارے ابروئے خوبان نزاکت معنی کہیں مو کہیں موکمر محبوبان صفائی بیان میں سکندری آئینہ چستی الفاظ میں انگوٹھی پر نگینہ، قالب عاشقی کی پھر گئی ہوئی روح مہا رزان الفت کی بہادرانہ فتوح، غم ہجر کی جیتی جاگتی تصویر درد عشق کی مجسم تاثیر دو ناکامان بخت کی حکایت غمگین عاشق و معشوق کی یاس و حسرت کا سین اردو زباندانی کے مرقعات کا البم انشا پردازی وقائع نگاری کا ساغر تم جسکے متوالے اشارات خمیازہ مے سرشار اور پھڑکتے ہوئے فقرات بیقراری دل میجور جسکا حرف حرف پر پرواز پری اور نقطہ نقطہ سطر متاع دلبری جسکی عبارت کی رنگینی رخ عروسان چمن کا غازہ اور جسکے مضمون کی شگفتگی بہار رونق گلہائے تازہ جسکے فقروں کا بانکپن طرۂ کاکل مہوشان اور جسکے جملوں کا چلبلا پن شوخی چشم گلرخان نخلسے روشن مضامین رشک صبح خوش اور جسکے انداز بیان غیرت صفائی درد جسکے سوز و گداز کی حکایات سوختگان محبت کے لیے برق سوزان اور جسکے ہجر و فراق کے حالات حرمان نصیب عشاق کے حق میں نشتر رگ جان جسکی سطر سطر درد محبت کی چاشنی سے لبریز جسکا ورق ورق دبستان الفت کے لیے سرود انگیز یعنی ناول عزیز مشتری معروف بہ فسانۂ غم و حسرت جسکو ہمارے معزز کرمفرما لائق وقائع نگار دبیر بلند افکار سخنور سخن شناس یگانۂ دہر یکتائے جہاں جناب منشی قاسم علیخان صاحب قمر نے نہایت چلبلے اور پھڑکتے ہوئے معنی خیز فقرات اور نرالی طرز کے بامذاق محاورات میں اس خوبی سے تصنیف فرمایا ہے کہ ناظرین کو حالات کی سینریاں ہو بہو نظر آئینگی بس میں ایسے باکمال مصنف کی کماحقہ توصیف سے قاصر ہو کر یہ ناچیز تحریر اس تاریخ پر ختم کرتا ہوں

لکھا ہے واہ کیا دلچسپ ناول ✣ ہر اک فقرہ میں جسکے بانکپن ہے ✣ کہا ہاتف نے مجھ سے بہر تاریخ ✣ نرالی طرح کا بانکا سخن ہے ۱۳۲۸ھ

تقریظ از عمدۃ المحققین و زبدۃ المدققین جناب منشی امراؤ مرزا صاحب راز دہلوی مصنف آئینۂ زود دید و برق نظر وغیرہ

اللہ اللہ وہ لفریب سخن۔ صحیفۂ حسن یعنی ناول عزیز مشتری مصنفہ فرید العصر وحید الزمان منشی محمد قاسم علیخاں قمر جسکی جادو بیانی اور طلاقت لسانی کی دہوم دہام زبان زد خاص و عام تھی بعد تمنائے بسیار و بصد انتظار جلوہ بخش ناظرین ہوا گویا تسلی دہ دل حزین ہوا جسکے نقطہ نقطہ پر دل عشاق شکار اور بات بات پر خوش ادائیاں نثار کہیں انداز جانکش کہیں جانبخش شمع خلوت دلدار کہوں فانوس جلوت غمخوار کہوں، کیا اویزہ گوش فصاحت ہے یا پیرایہ گلوئے بلاغت ہے جس کی بادۂ گفتار کا ایک جرعہ خوار مثل وامق و عذرا سرشار ہے۔ جسکے صفائی استعارات سے درشاہوار پانی پانی۔ اور رنگینی فقرات سے جگر خوں لعل رمانی۔ بس فقط راز

تقریظ از نتیجہ فکر رسا شاعر نازک خیال فنا تر با کمال جناب مولوی سید اقتدار احمد صاحب ساحر سہسوانی

زلاف حمد و نعت اولی ست بر خاک ادب خفتن ✣ سجودے میتواں کردن درودے میتواں گفتن

اصحاب میں بسجدۂ الحمد عرض کر کے آپکا تھوڑا سا عزیز وقت ضائع کرتا ہوں امید کہ آپ اسے ضرور گوارا فرمائینگے اور نظر انصاف سے ملاحظ فرمائینگے

ہے مصور سے یہ ایما دیدۂ تصویر کا ✣ کور ہے منکر تری رنگینی تحریر کا

ناظرین آجکل نئی روشنی اور نئی تہذیب کے زمانے میں جہاں شاعروں کی کثرت ہے وہاں ناول و رناول نویسوں کی بھی زیادتی ہے جسے دیکھیے شاعر جسے دیکھیے ناولسٹ مگر یہ جو پوچھیے کہ تم نے اس ناول سے کیا نتیجہ نکالا ہے تو سوائے در بطن شاعر کہدینے کے اور کوئی جواب نہیں تاثر لگانے مری اتنی عرض دیکھکر آپنے یقین کر لیا ہوگا کہ یہ سٹری کی ٹر ہے مگر مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ میں یہ بھی بغیر کہے نرہونگا کہ آجکل ناول نویسوں

یہ شیوہ کرلیا ہی کہ جھوٹی باتوں کو لکھتے لکھتے تمام اوقات ضائع کردیں اور نتیجہ کچھ نہو بلکہ بعض لوگوں نے تو خلاف شرع یعنی پردہ کی مخالفت پر ناول نویسی کیلئے کمر باندھ لی ہی کاش کوئی اخلاقی یا تہذیبی ناول لکھا جاتا تو نفع کی امید ہوتی یا عشقیہ بھی ناول ہو تو ایسا جیسا کہ ایک ناول عشقیہ یعنی عزیز و مشتری منشی محمد قاسم علیخانصاحب قمر نے لکھا ہی جو واقعی حسن حسینوں کا فوٹو اور عشق و عاشقی کی سچی تصویر ہے طرہ یہ کہ داناؤں کیلیے دانائی کا سبق ہی اگر نظر حق بیں سے دیکھا جائے تو ایک ایک لفظ نتیجہ خیز ہی۔ پھر کمال یہ کہ عشقیہ ناول ہی جو تنہائی کا جلیس درد مندوں کا ہمدم و انیس نوجوانوں کا دلدار عشاقوں کا غمخوار اسپر زبان صاف اور شستہ الفاظ مضمون پاک مناسب مقام پر نظم اور اشعار دیگر شیرینی مضمون کو قند مکرر بنا دیا ہی۔ جہانتک میں خیال کرتا ہوں نہایت نتیجہ خیز ناول ہی ہاں اگر زیادہ سے زیادہ کوئی مردہ دل یا پرانے خیال کا آدمی جسے زمانہ حال کے شاعر و واعظ، ناصح شیخ سے تعبیر کرتے ہیں، خلاف شرع اور فعل عبث کہہ بیٹھے تو ہمیں اُس کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے۔ مجھ سے توبہ کا آج تھا ارشاد، شیخ صاحب کی یہ بھی ایک رہی، سچ تو یوں ہے کہ، واعظ بیہودہ کی بھی کوئی بات تو نہیں آئے ؛ مجھسا رند لاوبالی توبہ پر آمادہ تھا ؛ چنانچہ حضرت میر مرحوم بھی میرے قول کی تائید میں اوّل ہی فرما گئے ہیں، ناصح نافہم کی باتوں میں کیوں جاتے ہو میر ؛ آہ میخانے چلیں تم کس کے کہنے پر گئے ؛

ہی یہ ناول تازہ تصنیف قمر ؛ یا کتاب عشق کی تفسیر ہے ؛ ہی یہ ناول یا بیان حسن و عشق ؛ یا فغان عاشق دلگیر ہے
پاک مضمون صاف مبنی شستہ لفظ ؛ طرہ پھر رنگینی تحریر ہے ؛ یہ وہ ناول ہی کہ پہلے طبع سے ؛ دل سے مطبوع جوان و پیر ہے
اسکا مضمون مسلسل مثل زلف ؛ بہر پائے عاشق تیکیلیے زنجیر ہے ؛ کرلیا پتھر کے دلمیں جسنے گھر ؛ واہ کیا تسخیر اور تاثیر ہے
سال ہجری طبع کا ساحر لکھو ؛ یہ انوکھی عشق کی تصویر ہے

ایضاًمنہ

جب عزیز و مشتری ناول قمر کا چھپ گیا ؛ عشق اور الفت سے مملو جسکی ہر تحریر ہے ؛ مصرعہ تاریخ ساحر مینے یہی لکھا بہ حسن ؛ یا مرقع حسن کا یا عشق کی تصویر ہے
۱۹۱۰ء

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر رسا شاعر خوش ادا جناب سید ابو احمد صاحب جادو سہسوانی

عیاں ہے مصنف کی رنگیں بیانی ؛ ہی ہر صفحہ ناول کا صحن گلستاں ؛ جو کی بہر تاریخ کچھ فکر جادو ؛ کہا دل نے تصویر رنگین ارماں

قطعہ تاریخ از طوطی بوستان خوش مقالی بلبل گلستان نازکخیالی جناب ابو الحذق حکیم سید مظفر علی صاحب مظفر سہسوانی ۱۳۲۸ھ

واہ تعریف کیا ہو ناول کی ؛ قصہ دلچسپ اور زباں عجیب ؛ ہی مظفر یہ مصرعہ تاریخ ؛ مشتری کو عزیز ہی لاریب

قطعہ تاریخ از نتائج فاضل ادیب و اریب کامل لبیب و طبیب شاعر نازکخیال جناب حکیم مولوی ابو الکمال سید اعجاز احمد صاحب معجز سہسوانی ۱۳۲۸ھ

درد و غم کا ہی آئینہ ناول ؛ بلکہ تصویر دیاس حرماں ہے ؛ سال تاریخ طبع اے معجز ؛ قصہ عشق راحت جاں ہے

قطعہ تاریخ شاعر نازک خیال عدیم المثال مشہور زمن جناب منشی حافظ حسن مہجور بنتی ۱۳۲۸ھ

جب چھپا ناول قمر مہجور ؛ بولے سب ناو دست اچھا ہی ؛ مشتری بولی ہو عزیز دل ؛ زیب و زینت میں فرد یکتا ہے

قطعہ تاریخ فخر الشعرا جناب سید دولت علی صاحب بیکل نقشہ نویس عمارات سرکار ہند علیگڈہ ۱۳۲۸ھ

کتاب عشق و محبت لکھی قمر کیا خوب ؛ نہ ایسی لکھی گئی ہی نہ لکھی جائیگی ؛ بڑہی جو طبع سے زینت کہا یہ بیکل ؛ عزیز و مشتری اپنا جواب آپ رہی
۱۳۲۸ھ

افصح الفصحا ابلغ البلغا کاشف رموز خفی و جلی جناب سید زاہد علی صاحب زاہد سہسوانی اہلکار ریاست پنڈراول

اے قمر ناول رنگیں بیاں ؛ خوب ہی لکھا ہے تمنے واہ واہ ۔ جب ہوئی تاریخ کی زاہد کو فکر ؛ پاک ہے مضمون دلکش لکھدیا
۱۳۲۸ ھ

قطعہ از نتیجہ افکار رسا شاعر نازک ادا رشک میر و مرزا جناب مولوی ابو البیان محمد سید عالم صاحب خنجر سہسوانی

نہیں لکھا ہے قمر نے یہ ناول دلچسپ ؛ ہے ایک نقش تسلی پے قلوب لکھا ؛ جو سال طبع کی خواہش ہے تو کہو خنجر ؛ بیان حسن و محبت ہے آہ خوب لکھا
۱۳ھ ۲۵

دیگر

قمر لکھا ہے کیا پاکیزہ ناول ؛ کہ جسپر لوٹ ہر فرد بشر ہے ؛ لکھے ہیں گرچہ اوروں نے بھی ناول ؛ ترا ناول مگر چیزے دگر ہے
ہوئے جاتے ہیں پڑھتے پڑھتے لب بند ؛ حلاوت خیز مضموں کسقدر ہے ؛ کھلائے ہیں وہ گل حسن بیاں کے ؛ گماں گلزار کا قرطاس پر ہے
عنادل کو ہوا نغمہ فراموش ؛ یہ ناول وردِ لب شام و سحر ہے ؛ عدو کو ہوتی ہے اس سے چکا چوند ؛ مگر احباب کا نور نظر ہے
نہو کیوں تجھ سے روشن بزم معنی ؛ قمر تو نیر چرخ ہنر ہے ؛ کیا سر تو نے اقلیم سخن کو ؛ تری تیغ زباں میں وہ اثر ہے
فصاحت کے بہائے لاکھوں چشمے ؛ تری طبع رواں کیا جوش پر ہے ؛ مسخر کر لیے دلہائے عالم ؛ زباں میں تیری جادو کا اثر ہے
لکھا خنجر نے سال عیسوی خوب ؛ یہ تصنیف قمر مثل قمر ہے
۱۰ ۱۹ ۶

قطعہ تاریخ فاضل ادیب و اریب سراپا فصاحت و بلاغت جناب مولوی ابو العلا سید نظر احمد صاحب افسوس سہسوانی

ناول تازہ لکھا ہے وہ قمر نے بے مثل ۔ شمع بزم سخن محفل معنی کہیئے
سال تاریخ کی خواہش ہے اگر اے افسوس ۔ ناول خوب ہے لاثانی و زیبا، کہیے
۱۳۲۸ ھ

دیگر

مرے مشفق قمر قاسم علیخاں نے ۔ عجب دلچسپ لکھا ہے نیا ناول
طریق عشق و الفت میں بتاتا ہے ۔ اسے ہر ایک عاشق رہبر کامل
فسانہ عشق کا ہے یا کوئی جادو ۔ کہ یارب لوٹ ہے جسپر ہر اک دل
جواب اپنا یہ خود ہے حسن و خوبی میں ۔ یہی کہتا ہے ہر لایق ہر اک فاضل
بیاں پاکیزہ دلکش کس غضب کا ہے ۔ کہ جسپر خود بخود ہوتے ہیں دل مائل
پے تاریخ سال طبع اے افسوس ۔ اگر احباب ہوویں آپ سے سائل
سر انصاف سے یہ آپ فرمادیں ۔ لکھا ہے خوب دلکش دلربا ناول
۱۳۲۸ ھ

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر علامۂ زماں منشی جہاں مولوی سید رضی احمد صاحب عیار سہسوانی

خوشا عیار بر آئی تمنا ؛ چلی آتی تھی اک مدت سے اب تک ؛ نکالوں شک کہوں تاریخ ناول ؛ یہ ہی حسرت بھرا ہے در دل بیتک
۱۳

از نتیجہ افکار رسا شاعر نازک ادا رشک میر و منیر جناب مولوی
ابو البیان محمد سید عالم صاحب خنجر سہسوانی

منشی قاسم علی خان قمر نے واہ واہ
خوب ہی ناول لکھا یہ دلنشین و دلپذیر

جو نکیلی بات ہی ناول کی نظم و نثر میں
مدعی کے دل میں جا کر بیٹھتی ہی مثل تیر

کیوں نہ سمجھیں آسمان اوج فصاحت کا اُسے
سطر ہر اک کہکشاں ہر نقطہ ہی بدر منیر

گتھیاں سر بستہ مضموں کی وہ سلجھائیں کہ آج
رشتۂ الفت میں اپنے کرلیا سب کو اسیر

کرتے زانوئے ادب تہ آکے اس کے سامنے
زندہ ہوتے آج گر دنیا میں طغرا و ظہیر

نکتہ چیں کیا کھا کے اس ناول پہ ہوگا معترض
لکھدیا جو کچھ بھی اُس نے ہی وہ پتھر کی لکیر

دلنشیں تصویر وہ کھینچی ہی حسن و عشق کی
جس کا خاکہ دیکھتے ہی مر مٹے بدر منیر

کردیا شاداب گلہائے مضامیں کا چمن
فکر معنی آفریں ہی اس کی یا ابر مطیر

کھل گیا سب پر کہ پوشیدہ ہی سو طرح کی
اس کے کلک و زباں میں صنعتِ قدیر

طبع رنگیں نے کھلائے ہیں وہ گل بوٹے جنھیں
چُن کے پلکوں سے رکھیں آنکھوں پہ ہر برنا و پیر

سیر ناول ہی میں ہیں مصروف سب چھوٹے بڑے
بھُول کر صرف صغیر اور چھوڑ کر صرفِ کبیر

ایک جا خنجر ہیں سال عیسوی ہجری بہم
مخزن آثار اُلفت، دل پسند و بے نظیر

۱۳۲۸ ۱۹۱۰